ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ
جون ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدق اللہ العلی العظیم

فقاتلوا أئمة الكفر

ترجمہ: ائمۂ کفر سے جنگ کرو۔ سورۃ التوبۃ ۱۲

احرار کا اصل کام

مجلس احرار اسلام کا اصل کام حکومت الٰہیہ کا قیام ہے اور حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کام کو سمجھنے والے اہل افراد تیار کر کے ایک مضبوط اجتماعیت پیدا کی جائے اس کے لئے تعلیمی عمل چاہیئے اور تعلیمی عمل مدارس کے قیام کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا پہلی بات یہ سمجھ میں آئی کہ مدارس قائم کئے جائیں۔ جب اہل افراد کی ایک مضبوط کھیپ تیار ہو جائے تو پھر وہ تبلیغ اور دعوت کے کام میں مصروف ہو جائیں اور تبلیغ کے لئے ہمارے پاس صحابہؓ کا طرز عمل بہ طور نمونہ موجود ہے ہمیں اسی نقش اعظم کے مطابق ملک میں پھیل جانا ہے۔ مزید کوئی طرز اختیار کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ تبلیغ میں قرآن و حدیث کو اپنی گفتگو کی بنیاد بنانا چاہیے۔ قصے کہانیوں کو بنیاد یا موضوع ہر گز نہ بنایا جائے ہاں اگر قصص انبیاء اور واقعات اولیاء کا بیان قرآن و حدیث کی تائید میں ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مگر ان پر انحصار اور محض اکابر پرستی کے مکروہ جذبہ کے تحت مسلک سازی کے لئے انکا بیان نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی فاروقی رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں کو سفہاء لکھا ہے اس قصہ خوانی اور قصہ گوئی سے گریز بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے ساتھیوں کی عسکری تربیت کی بہت ضرورت ہے۔ عسکری تربیت کے بغیر نظم و نسق، جرات و بیباکی اور بہادری و بسالت پیدا نہیں ہو سکتی ان تمام امور کی تخلیق سے جو مقصدیت حاصل کی جائے گی وہ ہے جہاد۔ اس عمل خیر کے ذریعہ اقتدار سے محروم دین کا انقلاب برپا ہوگا۔ اس انقلاب کے بعد جو اقتدار آئیگا وہی حکومت الٰہیہ ہے جو ہمارے خوابوں کی تعبیر ہے۔ اس کے لئے کتنا عرصہ درکار ہے۔ اس کی تعیین نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ نتیجہ ہے اور نتائج مخلوق کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی ہم اس کے ذمہ دار ہیں یہ اللہ کے اختیار میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ یہ مبارک گھڑی کب آئیگی۔ ہم تو عمل کے ذمہ دار ہیں اور میری گزارش یہ ہے کہ عمل میں کوتاہی سستی یا غفلت نہیں ہونی چاہیئے یہ ناقابل معافی جرم ہے۔

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ جون ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۶ قیمت فی پرچہ ۱۰/ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک =/۱۰۰ روپے ◆ بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	اداریہ	رئیس التحریر	۳
شذرات		〃	۴
خطاب	توحید کی حقیقت	سید عطاء المحسن بخاری	۹
عظمت کے مینار	رسمی تعظیم	شاہ بلیغ الدین	۱۵
دین و دانش	حفاظتِ حدیث اور اصولِ حدیث	پروفیسر سید شمس الدین	۱۷
مقالہ خصوصی	شریعت یا جمہوریت	ڈاکٹر عبد الرحمٰن نجم	۲۰
حاصلِ مطالعہ	امریکی مسلح افواج میں مسلم رہنما کا تقرر	جناب حافظ حقانی میاں قادری	۳۱
تحقیق و تنقید	منظہری مغالطے	مولانا ابو ریحان سیالکوٹی	۳۷
ماضی کے جھروکے سے	واردات و مشاہدات	عبد الرشید ارشد	۴۲
رُوداد	ایک نصیحت	حافظ محمد اکمل	۴۸
دجلِ مرزائیت	جال	طاہر رزاق	۴۹
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۵۷
ترحّم	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۸۹
شاعری	سیاسی وڈیرے	عبد القادر سالار	۶۱
〃	رنگ چمن	پروفیسر محمد اکرام تائب	〃
〃	غزل	پروفیسر عابد صدیق	۶۲
〃	مدوجزر	مرزا جانباز مرحوم	۶۳

مقروض اور بے وسائل قوم کے "قومی وڈیرے" وہ انسان دوست ہوں یا اسلام دوست ان تمام وڈیروں کے ذمہ ترقی پذیر ملک کے ۸۵ ارب روپے واجب الاداء ہیں۔ جی ہاں! ان "اکابر مجرمین" کے ذمہ ٹیلیفون کے چھے کروڑ بھی واجب الاداء ہیں اسی پر بس نہیں کئی کروڑ کے بل پانی اور بجلی کے بھی ان کے ذمہ ہیں۔

اس پر مستزاد تاج کمپنی، کواپریٹو بنکوں کے سکینڈل ان نام نہاد بلکہ دوں نہاد قومی وڈیروں کی سیاسی اٹھا پٹخ کا سیاہ باب ہے، یہ قومی وڈیرے منصب فروش بھی ہیں اور وطن فروش بھی، ہارس ٹریڈنگ اور لوٹے کی ناپاک اصطلاحیں انہی کا طرۂ امتیاز ہیں اور اس پر ان قومی وڈیروں کو فخر ہے۔

حیرت سے تک رہی ہے شریفوں کی آبرو

عوام تو درکنار خواص بھی جس حقیقت سے آگاہ نہیں تھے اس سکینڈل سے اب ملک کا بچہ بچہ آگاہ ہے اور وہ ہے۔ "مہران بنک سکینڈل"

یہ قومی وڈیرے جو دراصل خوش پوش لٹیرے ہیں ملک کے کھربوں روپے ہضم کر گئے ہیں کیا ہاضمہ پایا ہے۔ اور طعنوں والی گفتگو اخبارات کی زینت ہے اسلم بیگ سے لیکر صدر فاروق لغاری تک اور نواز شریف سے لے کر آصف زرداری تک سبھی اسی تہمت کی زد میں ہیں کس کو جھوٹا کہا جائے اور کسے سچا اپوزیشن رحط اقتدار پر مال خوری، چوری اور سینہ زوری کا الزام تراشتی ہے تو گربہ د موشِ اقتدار محروم اقتدار لوگوں پر مال وزر کی لوٹ کھسوٹ کی تہمت تراشتے ہیں اگر یوں کہ دیا جائے کہ یہ دونوں سچے ہیں تو بہتر ہے کہ

تم لوٹنے والوں نے لوٹا ہے دونوں ہاتھوں سے لے دست
زرداروں کا زر لوٹا ہے ننگ غریباں لوٹ لیا

اپوزیشن کا زردار بھی ناپاک دامن نچوڑ رہا ہے اور مفسدین فی الارض کا کردار ادا کر رہا ہے اور فتنہ وفساد پھیلانے میں جسقدر سرمایہ صرف ہو رہا ہے یہ وہی لوٹا ہوا خزانہ ہے اور رحط اقتدار جس فتنہ و فساد اور اللوں تللوں میں سرمایہ تباہ کر رہا ہے یہ بھی وہی لوٹا ہوا مال ہے جسکی بندر بانٹ وجہ فساد ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نقصان کس کا ہے؟ اس پانچ فیصد انگلش میڈیم کے حرام خوروں کا تو ہر گز نہیں چاہے وہ اقتدار میں ہوں یا اپوزیشن میں نقصان تو اس قوم کا ہے اس ملک کا ہے جو یہود و نصاریٰ کے کھربوں روپے کا مقروض ہے۔ جس سرزمین پاک کا پیدا ہونے والا بچہ بھی سینکڑوں ڈالر کا مقروض ہی جنم لیتا ہے۔ کیا اس پانچ فیصد انگلش میڈیم حزب اقتدار و حزب اختلاف کو لذتوں کے اس جہان جانے کے بعد ایک اور جہان میں جانے کا احساس بھی نہیں؟ وہاں تو پاکستانی بڑوں کے امریکی بڑے بھی الٹے لٹکے ہوئے ہوں گے اور کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ یہی سوچ کے توبہ کر لو اور ملک پر رحم کرو۔

پاکستان تباہی کے دہانے پر تنہا کھڑا ہے۔ اگر خدا نخواستہ ملک کو کچھ ہو گیا تو یقیناً اس کے ذمہ دار حکمران، حزب اختلاف اور ان دونوں کے شامل واجبہ سیاست دان ہی ہوں گے۔ ملک کے مظلوم اور غریب عوام ہر گز نہ ہوں گے۔

(تذکرات) غیر ملکی سودی قرضے اور ہمارے نقصانات

پاکستان کی ہر حکومت نے خود انحصاری کی جگہ غیر ملکی سودی قرضوں کو اولیت دی پھر ان قرضوں کے ماتحت قرض دینے والوں کی سیاسی پالیساں بھی قرضوں کے ہمراہ آئیں۔ ان ممالک کے افراد بھی قرض کے ہمراہ آئے تو بٹتے لی آدھی رقم ان کی خوفناک ماہانہ تنخواہوں میں کھپ جاتی باقی آدھی انکی سیاسی پالیسیوں کی تکمیل، برسر اقتدار طبقہ کے سیاسی استحکام، اور اپوزیشن کو کمزور کرنے پر صرف ہوتی ہے۔ رہ گئی ان غریب پاکستانیوں اور محروم طبقوں کی بات جن کا نام لے کر یہ حکومتیں بھیک مانگتی ہیں۔ اور روز اوّل سے بھکاری کا رول اداء کر رہی ہیں۔ ان محروم طبقات نے ۴۸ سال سے ان قرضوں کی بو یا خوشبو تک نہیں سونگھی۔

قرض دینے والے سود خور بھیڑیوں نے جب پاکستان کی قرضوں اور سود کی فائلیں دیکھیں تو انہوں نے ادھر کا رخ کیا اور اعلانیہ پاکستان کا سروے کیا اور اپنی سروے رپورٹوں میں یہ لکھا کہ جو قرضہ لیا جاتا ہے وہ اصل جگہ پر خرچ نہیں کیا جاتا۔ جو مستحق لوگ تھے وہ ویسے کے ویسے ہی محروم ہیں اور ہماری انسانی ہمدردی کے جذبے سے دیئے گئے امدادی فنڈز یا قرضے پاکستان کا حکمران طبقہ ہڑپ کر جاتا ہے۔ جس کا منفی اثر یہ ہے کہ لوگ ہمارے خلاف زیادہ ہو گئے ہیں۔ آئندہ پاکستان اور دیگر ترقی پذیر ممالک کو قرضے سوچ سمجھ کر دیئے جائیں گے۔

ادھر قرضوں میں ملنے والے اربوں کھربوں روپیوں کی ظالمانہ تقسیم سے لوٹ کھسوٹ اور آپا دھاپی سے ملکی سطح پر جو مزاج پیدا ہوا اس سے پورا ماحول کمرشلزم کا شکار ہو گیا۔ کوئی شخص خلوص اور ایثار کے خوشبودار جذبے کے ماتحت کوئی کام کرنے کو تیار نہیں۔ چاہے وہ کام انگلی کے اشارے سے ہی کیوں نہ ہوتا ہو آپ کسی محکمے کے دفتر میں چلے جائیں اور اپنے جائز کام جائز طریقے سے کرانے کی کوشش کریں ایڑیاں گھسا دیں کام کرنے والے متعلقہ افراد آپ کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کریں گے البتہ جیسے ہی آپ نے قرض کھانے والے حکومت کے حرام خور ملازمین کو ناپاک اور حرام مال کی شکل دکھائی۔ تو پھر آپ اپنی جگہ براجمان رہیں آپ کا تمام کام قانونی ترتیب کے خلاف پایہ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ اور یہ پاکستانی حرام خور کسی بڑے ہوٹل میں بیٹھا آپ کو پاکستان کی تعریفیں کرتا دکھائی دیگا اور تان اس جملے پر آکر ٹوٹے گی کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے؟

غیر ملکی نظام اقتصادیات نے ہمیں مارکیٹ اکانومی اور سود کی لعنت میں یوں جکڑ لیا ہے کہ عام آدمی اسکا تصور بھی نہیں کر سکتا تمام ترقی پذیر ممالک خصوصاً پاکستان دولت کا بڑا بت بننے کی فکر میں ہے اور یہ اثر ہے بین الاقوامی کافرانہ جنگ زر گری کا۔ اس جنگ زر گری میں پاکستان دولت کا ہبل تو نہ بن سکا لیکن پاکستانیوں کی اکثریت سود کی لعنت میں گرفتار ہو گئی ہے۔ ہر وہ آدمی جو سرمائے کا لات و منات بننے کا پروگرام بناتا ہے وہ بنکوں سے منہ مانگا قرض لیتا ہے پاکستان کا ۸۵ ارب روپیہ انہی قارونوں اور شدادوں کے پاس ہے جو دولت کے بت تو بن گئے سیاست میں بھی چمک اٹھے اور حکومت کے ناپاک ایوانوں تک بھی ان حرام خوروں کی رسائی ہو گئی اور ان کے ناپاک ہاتھ بھی اتنے طاقتور ہو گئے کہ انہیں کوئی حکومت کچھ کہہ بھی نہیں سکتی کچھ تو رہ نہیں سکتی اب عام زندگی کا یہ حال ہے کہ ان پڑھ، جاہل، گنوار اور ہزار کو ہجار کہنے والا ناہنجار پیسے لئے بازار میں گھومتا ہے کہ پیسہ لے لو سو پر پچیس

دیدہ بنا دکان میں مال ڈالو۔ اور سرمایے کا بت بننے کا ہر خواہشمند اس پیش کش کو سنہری موقع سمجھتا ہے دولت لے لیتا ہے دکان میں مال ڈال لیتا ہے پھر پاکستانی حکومتوں کی طرح نادھند بن جاتا ہے جس کا منطقی نتیجہ وہی نکلتا ہے جو امریکہ نے معین قریشی کے ذریعے پاکستان سے نکالا۔ پھر معین قریشی نے بھی کہا پاکستان اسلام کا قلعہ ہے؟

۱۹۵۲ء سے مقروض ملک کے پیدائشی مقروض باسی سود در سود کے عذاب میں اس وقت تک مبتلی رہیں گے جب تک ہمارا ملک خود انحصاری کے اصول پر منظم نہیں ہو جاتا۔ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے تیئں اسلام کے بڑے بڑے دعوے بھی کرتے ہیں مگر ہماری بد عملی ہمارے اسی ایک عمل بد سے واضح ہے کہ ہم سودی رقم نہیں چھوڑ سکتے حالانکہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو اسکا مطلب یہی ہے کہ ہم نے اپنی مرضی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا مگر ہمارا عمل اس کے برعکس ہے ہم بد عملی اور حرام میں گلے گلے دھنس گئے ہیں جبتک ہم قومی سطح پر بد عملی اور حرام کی دلدل سے نہیں نکلیں گے ہمارا حال تبدیل نہیں ہو سکتا ہم جنگ زر گری، مارکیٹ اکانومی اور سود کے خونیں پنجوں میں یونہی پھنسے رہیں گے۔

سیدنا عباسؓ بن عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کے سگے چچا تھے جب سود کی حرمت کی آیت نازل ہوئی تو بہت پریشان ہوئے اپنی پریشانی کو حل کرنے کے لئے آپ نبی کریم ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا میں نے مکہ کی تمام بڑی تجارتی پارٹیوں سے سود لینا ہے اصل رقم بھی لینی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اب تو ایک درہم بھی اس میں سے لے لینا آپ کے لئے حلال نہیں ہے۔ سیدنا عباسؓ نے آپ کا حکم مان کر تمام حرام سرمایہ واپس لینے کا ارادہ فسخ کر دیا۔ اس کا نام ہے اسلام اور یوں ہوتا ہے مسلمان! سردار آصف کیطرح مسلمان نہیں ہوتا۔ سود چھوڑنا ہے تو یوں چھوڑیں ورنہ تسلیم کریں ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

اسلام نے مسلمان کو جن اقدار کا پابند کیا ہے اس سے ایک خاص اثر جنم لیتا ہے اور ان اثرات سے ماحول مرتب ہوتا ہے رات دن میں اعمال اخلاق اور معاملات کے بائس گھنٹے ہیں جو آدمی بائس گھنٹے اعمال خبیثہ میں مبتلا رہے یا اعمال خبیثہ کے ماحول میں رہے وہ یقیناً معاشرے پر اچھے اثرات مرتب نہیں کر سکتا غلاظت کے ڈھیر سے خوشبوؤں کے ہلوں کی خواہش کرنا یا امید رکھنا نہ صرف حماقت ہے بلکہ اعلیٰ درجے کی جہالت ہے۔ حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوا اور اپنے اعمال میں کمی یا نقص کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا تم استغفار کیوں نہیں کرتے جبکہ میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں!

جن لوگوں کو قوم کی بربادی اور زوال کا احساس ہے ان کو اس بات کا یقین کر لینا چاہیئے کہ جب تک سود کا حرام کھانے والے زر گر حرام نہیں چھوڑیں گے۔ آئندہ کے لئے پکی توبہ نہیں کریں گے۔ اور دل کی گہرائی سے استغفار نہیں کریں گے سماج میں کسی قسم کی تبدیلی یا تبدیلی کے اثرات ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے۔

سماج یا معاشرہ جب نت نئے اصولوں اور تجربوں کی بھینٹ چڑھتا ہے۔ تو وہ بے اصول اور بے لگام ہو جاتا ہے۔ حزب اختلاف اپنے محرومی اقتدار کے دور در بدری میں جن باتوں اور مسائل کو ایشوز بنا کر پراپیگنڈے اور سرمائے کی طاقت سے اصول بناتی عوام کو منواتی ہے وہی مسائل اقتدار میں آنے کے بعد اسکے مسائل نہیں رہتے۔۔۔ مثلاً

نواز شریف نے اپنے اقتدار میں ییلو کیب سکیم، موٹروے سکیم، علاقائی طور پر رکشا سکیم، ۵ مرلہ سکیم، زرعی قرضوں پر سود کی معافی کا اعلان، قابضین کو مالکانہ حقوق، زناء قتل و غارتگری کے حادثات میں جائے واردات پر پہنچنا، سیلاب میں غریبوں اور لٹے ہوئے لوگوں کی خدمت وغیرہ کام شروع کئے تو پیپلز پارٹی کے بعض انصاف پسند دانشوروں نے اسے سراہا اور یہ جواز پیش کیا کہ ان سکیموں سے دیہاتیوں اور شہریوں کو یکساں نفع ہو گا کیونکہ اس دور میں دیہاتوں سے شہروں کی طرف آبادی منتقل ہو رہی ہے شہروں کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اور یہی حل بھٹو صاحب بھی چاہتے تھے لیکن بوجہ جاگیرداروں کے تسلط کے وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اب نواز شریف نے بھٹو والے اقدامات کر کے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ کی موجودہ بہت بڑی کامیابی انہی اقدامات کا نتیجہ ہے۔ ۱۹۴۶ء کے بعد مسلم لیگ نے کبھی اتنی عوامی مقبولیت حاصل نہیں کی۔

اب طرفہ تماشے کی بات ملاحظہ فرمائیے۔ کہ پیپلز پارٹی اقتدار میں آنے کے بعد انہی مسائل کو جنہیں وہ بھٹو کی تخلیق کہتے نہیں تھکتی مسلسل نظر انداز کر رہی ہے۔ اور اب اسکا اقتداری مسئلہ اقتدار بچاؤ مہم ہے اس مہم میں تمام وسائل جھونکے جا رہے ہیں۔ اور تمام اخلاقی اقدار کو مٹایا جا رہا ہے۔ پیپلز پارٹی کا تازہ منشور یہ ہے کہ آٹا مہنگا کرنے سے ۷۰ فیصد لوگوں کو فائدہ ہوا اور صرف ۳۰ فیصد سر پھرے شہری شور مچا رہے ہیں اور جب ۷۰ فیصد دیہاتیوں، کسانوں، کھیت مزدوروں کو پوچھا تو وہ بھی رونے لگے کہ جناب اس سے بڑا جھوٹ کیا ہو گا کہ ہمیں نفع ہوا یا فائدہ پہنچا ہے۔ ہم غریب لوگ ایک فصل کا چھ ماہ انتظار کرتے دن رات محنت کرتے راتوں کو جاگتے ہیں۔ تب جا کے کہیں نخل امید بار آور ہوتا ہے۔ اور اب نئی حکومت نے ہم غریب کاشتکاروں کو زرعی قرضوں سے یکسر محروم کر دیا ہے۔ ایک ایکڑ زمین کاشت کرنے پر ہمارا کل خرچ ۲۵۰۰ سو روپے ہوتا ہے جبکہ ایک ایکڑ سے آمد ۳۰۰۰ روپے ہے کیا ہم نے پانچ سو روپے کے لئے چھ ماہ محنت کی اور قیامت کا انتظار کیا؟ پانچ سو روپے تو شہری مزدور ہفتہ میں کما لیتا ہے۔ بتائیے جس ۷۰ فیصد طبقے کو فائدہ پہنچانے کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے وہ فائدہ کہاں ہے ہمیں تو کہیں نظر نہیں آتا۔ جبکہ موجودہ حکومت نے مزید حسن سلوک کیا کہ کھاد کی قیمت ۴۰ فیصد بڑھا دی۔ میں سمجھتا ہوں شہری مزدور اپنی یومیہ مزدوری سے جو اجرت کماتا ہے۔ وہ ہم سے زیادہ فائدہ میں رہتا ہے۔ اور آسودہ حال ہے۔ زرعی ماحول میں فائدہ تو صرف بڑے جاگیردار کو ہوا ہے۔ جسکی ہزاروں ایکڑ زمین ہے۔ اور وہ اپنے سیاسی تعلقات اور سرمائے کے زور پر زرعی مشینری لیتا ہے اور کھاد بیج، زرعی ادویات بھی خرید لیتا ہے بلکہ اٹھوا لیتا ہے۔ اور ہم اپنا سا منہ لے کے رہ جاتے ہیں۔ فائدہ تو دس فیصد بڑے جاگیردار زمیندار کا ہوا۔ جو معاشرہ اصول کی بنیاد پر قائم ہو جہاں سیاستدان حکمران اور بیورو کریسی اصولوں پر چلتی ہو اس معاشرے میں بے اصولی جنم نہیں لیتی اور نہ ایسے لوگ اس معاشرہ میں پنپ سکتے ہیں۔ جیسے برطانیہ اور دیگر اصول پرست ممالک ہیں اور اسلام جس کے ہم سب دعویدار ہیں وہ ان تمام نظاموں سے بلند و بالا ہے۔ اسلام کا قائم کردہ معاشرہ انسانی زندگی میں مساوات اور عدل کا سبز رنگ بھر کے اس کو جنتی معاشرہ بنا دیتا ہے۔ مگر سب سے بڑا اور برا حادثہ یہ ہے کہ ہم پاکستانی صرف اور صرف اسلام کے دعویدار ہیں حالانکہ اسلام صرف عمل کا نام ہے۔

عمل عمل عمل

اے کاش یہ پاکستانی نسل خود ہی تبدیلی کا فیصلہ کر لے اور تبدیل ہو جائے اپنے اعمال کی اصلاح کرے اگر اللہ نے تبدیلی کا فیصلہ فرمالیا تو اتنی چھانٹی ہو گی کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بوسنیا کا حشر اسی تبدیلی کا حصہ ہے۔ وہ بھی دور غلامی میں بھٹکے اور پھر بھٹکتے ہی چلے گئے ہم بھی دورِ غلامی میں بھٹکنا شروع ہوئے اور آج تک بھٹکتے ہی چلے جا رہے ہیں کاش ہم سنبھل جائیں!

اور ہم قومی سطح پر یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے اعمالِ مبارک کو اپنائیں گے۔

○

"گنبد میں دراڑ" ایک بجٹ تجویز:

سرائیکی زبان کے عظیم صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید کے مزار کے متعلق اخبارات میں خبر آئی ہے کہ مٹھن کوٹ میں موجود خواجہ صاحب کے مزار کے دو گنبدوں میں دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ جن سے بارش کا پانی مزار میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور مزار کی عمارت کے منہدم ہو جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس خبر کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ مزار خواجہ کی املاک سے محکمہ اوقاف کو سالانہ ۲ ارب روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔

ہم حکومت کو اس خبر کی جانب متوجہ کرنا یوں ضروری سمجھتے ہیں کہ اس خبر میں حکومت کو درپیش مالی بحران کا انتہائی واضح اور کارگر حل موجود ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ بجٹ تجاویز میں "مزار سازی" کو بھی ضرور شامل کرے۔ بلکہ حال ہی میں وفاقی حکومت نے جس آٹھویں پانچ سالہ منصوبہ کی منظوری دی ہے اس میں مزار سازی کے منصوبے کا اضافہ کیا جائے۔ کیونکہ سالانہ ۲ ارب روپے کی رقم تو صرف مٹھن کوٹ سے حکومت وصول کر رہی ہے اور وہ بھی محکمہ اوقاف کے مصلین کے چھاجوں اور چھلنیوں سے چھننے کے بعد! اور پورے ملک کے مزارات کی مدن مستزاد ہے اگر ملک بھر میں ایسے ہی "مزاروں" کا جال بچھا دیا جائے تو وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان ...... خسارے کے بجٹ سے چھٹکارا حاصل کر لے گا۔ اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ وہ فی الفور تمام نجی مزاروں کو قومی تحویل میں لے کر (نیشنلائز کر کے) انکی آمدنی کو ڈھنگ سے کام میں لائے۔ اور آئندہ کے لئے مزار سازی کی قومی پالیسی کا جلد از جلد اعلان کرے۔ اور ساتھ یہ بھی مشتہر کیا جائے کہ صاحبِ مزار کے لئے اس بات کی کوئی پابندی نہیں کہ ان کا تعلق جنسِ انسانی کے علاوہ کسی اور جنس سے بھی ہو سکتا ہے۔ تاکہ کالے دھن پر پلنے اور پل پڑنے والے متولیوں، سجادہ نشینوں، گدی نشینوں اور محکمہ "کوہ کاف" کے سورماؤں کی لوٹ مار کا موثر سدِ باب کیا جاسکے۔ اور قومی آمدنی کے ایک اہم ذریعے سے ملکی معیشت کو فائدہ پہنچایا جائے۔ اس خالص "شرکیہ آمدن" سے شراکتِ اقتدار کے دعوے داروں کا مستقل بجٹ بھی خاموش ڈپلومیسی سے پورا ہو جائے گا۔ (ذ)

نظریاتی صحافت، دعویٰ اور حقیقت:

روزنامہ "نوائے وقت" پاکستان میں نظریاتی صحافت کا بہت بڑا علم بردار مانا اور منوایا جاتا ہے۔ نظریۂ پاکستان کے ساتھ نوائے وقت کی جذباتی وابستگی اور حساس نوعیت کے خفیہ وعلانیہ تعلقات کے وجود سے کسی کو بھی

انکار نہیں ۔جس طرح اس حقیقت سے کسی کوانکار نہیں ہے کہ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کی جو درگت، گزشتہ سینتالیس برس میں ہمارے یہاں بنی ہے، اس میں مسلم لیگی سیاست اور نوائےوقتی صحافت کےکئے دھرے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

شومئی قسمت سے آج کل تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب "نوائےوقت" کے زیرِ عتاب ہیں ۔جرم یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب قائداعظم کو "امامِ اعظم" ماننے اور نوائے وقت کی فقہ کو "شریعتِ حقہ" ماننے سے بہرحال انکاری ہیں ۔نتیجہ یہ ہے کہ ان دنوں افتتاحیے، ادارئیے، فکاہیے، مزاحیے، قطعے، سب ڈاکٹر صاحب کی تردیدومذمت کے لئے وقف ہیں ۔خصوصی مضامین ان پر مستزاد ہیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب کی پیش دستی اور نوائےوقت کے ڈھول دھپے کو ان دونوں کا باہمی معاملہ بلکہ ان کے دیرینہ رومان کا شاخسانہ ہی سمجھتے ہیں البتہ ہمیں یہ دیکھ کر ضرور حیرت ہوئی ہے کہ نوائےوقت، اپنی عمر کے ۵۴ ویں سال میں بھی اسی قدر ہرزہ سرا اور خارجِ آدابِ وقارو تمکیں ہے جتنا وہ مزمنہ امراض کے حملے کے اوقات میں ہوجایا کرتا ہے۔

۲۷ مئی (۹۴ء) کے نوائےوقت کے ادارتی صفحے پر کسی پروفیسر رضوان الحق کا مضمون ڈاکٹر اسرار صاحب کے جواب میں شائع ہوا ہے۔

یہ مضمون خلطِ مبحث، جہلِ مرکب اور خبطِ حواس کا دل آویز مجموعہ اور حسین امتزاج ہے۔ خصوصاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی (رحمتہ اللہ علیہم) کے متعلق دشنام طرازی اور افتراء پردازی کی جن بلندیوں کو چھونے میں پروفیسر موصوف نے کامیابی حاصل کی ہے وہ لائق "صد آفرین" (یالائقِ صد نفرین) ہے۔ ابھی پچھلے دنوں، مجید نظامی صاحب کی ۴۰ سالہ صحافتی خدمات کی تقاریب سجائی گئیں۔ کیا وہ صحافتی خدمات یہی ہیں ؟ مخالف نقطۂ نظر کو چھاپنے سے انکار اور گریز، مخالف نقطۂ نظر کی سراسر من گھڑت تاویلات اور تعبیرات کا ڈھول پیٹنا!

نوائےوقت جس ماڈرن اسلام کی خواہش میں گھلتا ہے اور جن استحصالی اداؤں سے مخصوص دینی تحریکوں پر غُراتا ہے۔ ان کے پیشِ نظر "نظریاتی صحافت" کی حقیقت عریاں ہو کر سامنے آگئی ہے۔ (ذ)

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے !

یاد رکھیئے ! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد !

ہم اگر ان کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے ،

فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ______؟

خطاب:۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری
ناقل: مہدی معاویہ

توحید کی حقیقت

بہ موقع شہداء ختم نبوت کانفرنس
۶- مارچ ۱۹۸۶ء مسجد احرار ربوہ

الحمدللہ الذی لم یتخذولداًولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علواًکبیرا۔واشھدان لا الہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ،الذی ارسل محمداًنبیاًورسولاًوشاھداًومبشراًونذیراوداعیاًالی اللہ باذنہ وسراجاًمنیراً۔وصلی اللہتبارکً وتعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وازواجہ واصحابہ واتباعہ واشجاعہ واحزابہ وبارک وسلم تسلیماکثیراکثیرا۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کماصلیت علیٰ ابرھیم وعلیٰ آل ابراھیم انکم حمید مجید۔۔اللھم بارک علیٰ محمدو علیٰ آل محمد کمابارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔

اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ وہی اور صرف وہی اس لائق ہے کہ اسکا شکر ادا کیا جائے اسکی حمد پڑھی جائے۔ اس کی بارگاہ میں اپنے وجود کے سب سے معزز اور آبرومند حصے پیشانی کو جھکایا جائے۔ اپنی عبدیت کا اقرار کیا جائے اور اسکے معبود کامل ہونے کا اظہار کیا جائے۔ اپنے تذلل کی انتہا دکھائی جائے۔ اور اس کی عزت کی انتہا قبول کی جائے۔ یہی اسلام کی بنیاد ہے۔

جو شخص اللہ کی صفات اور اللہ کی ذات کو اس طرح نہیں مانتا جس طرح سرور کونین رسول الثقلین، امام المشرقین والمغربین ﷺ نے تئیس برس سنایا سمجھایا اور منوایا تو وہ مومن نہیں ہے۔

یہ موضوع تو اس قابل ہے کہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہر آدمی کے لئے اللہ اور صفات اللہ پر تین مہینے کا ریفریشر کورس ہو۔ اوران پڑھ لوگوں کی اصلاح کے لئے مستقل تعلیم و تبلیغ کا انتظام ہو۔ لیکن اپنی کم مائیگی کے باوجود مختصراً جو میں بیان کر سکتا ہوں وہ عرض خدمت کرتا ہوں۔ اسلام کی بنیاد کلمہ نماز، روزہ، حج، زکواۃ، جہاد، اعمال، رسالت، قیامت، اختیارات، پر ہے اور عقائد کے یہ جتنے بھی حصے ہیں ان سب کی بنیاد توحید پر ہے۔

کوئی عقیدہ ختم نبوت، امامت و رسالت، قیامت و عدالت، نماز، روزہ، کلمہ، حج، زکواۃ، صدقہ وخیرات، کوئی سوشل ورک، انسانی خدمت اور کوئی شریفانہ عمل، اس وقت تک اجر کے قابل نہیں جب تک انسان کے عقیدے کی بنیاد "وحدت الٰہیہ" پر قائم نہ ہو۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل مبعوث ہوئے۔ کسی نبی و رسول نے آکر صرف اپنا وجود نہیں منوایا۔ ہر نبی نے اپنی بعثت کو، اظہار نبوت و اعلان نبوت کے بعد منوایا۔ کسی بھی نبی کا واقعہ پڑھ لیجئے۔ تمام انبیاء و رسل کا ایک ہی بیان ہے۔

والیٰ عاداخاھم ھوداً قال یاقوم اعبدواللہمالکم من الہ غیرہ

والیٰ ثمود اخاهم صالحاًقال یاقوم اعبدواللهمالکم من الہٖ غیره

ومٓاارسلنامن قبلک من رسول الانو حی الیہ انہ لا الہٰ الاانافاعبدون

اللہ فرماتے ہیں اے محمد ﷺ آپ سے پہلے ہم نے جس قدر انبیاء و رسل مبعوث کئے سب سے پہلے ان کو یہ ذمہ داری سونپی کہ قوم کو بتاؤ لاالٰہ الااللہ یہ نہیں فرمایا

لاسمیع ولاخبیرولامحیی ولاممیت ولامسخرالسمٰوات والارض،ولارحیم ولارحمٰن،ولاجبارولاقہار،ولاستارولاغفار۔

ان سے یہ نہیں کہلوایا صفات پر بحث نہین کرائی۔ یہ نہیں منوایا کہ کون زندہ کرنے والا اور کون مارنے والا ہے۔ کون رزاق ہے اور کون خالق ہے؟ بلکہ منوایا تو صرف اور صرف "الٰہ" مالکم من الٰہ غیرہ۔

اب الٰہ کے لفظ پر علماء نے جو بحث کی تو ہزاروں صفحات لکھ ڈالے "ما الالٰہ؟" الٰہ کیا ہے؟

انی انااللہلاالہٰ الاانافاعبدنی

مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ نے تیئس برس یہ تھوڑا ہی کہا ہے میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں، مانو

لاالہٰ الاانا،لاالہٰ الاانا،لاالہٰ الا انا،

اللہ کو منوایا۔

اللہ کو مان لیا تو پھر اللہ سے ولایت...... ایک ہے اللہ کی ولایت اور ایک ہے اللہ سے ولایت۔ اللہ کو جب مان لیا تو اب اللہ سے ولایت کو مانو، پھر ولایت دو قسم پر ہے۔ ایک ہے ولایت خاصہ اور ایک دوسری ہے ولایت عامہ۔ ولایت خاصہ مشتمل ہے نبوت و رسالت و امامت پر۔ اور یاد رکھئے امامت عام چیز ہے اور نبوت اس سے کچھ عام اور رسالت خاص ہے۔ ہر امام رسول نہیں ہوسکتا۔ ہر امام نبی تو ہوسکتا ہے۔ لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوسکتا۔ رسول صاحب شریعت ہوتا ہے۔ حلال و حرام کا اختیار لے کر آتا ہے۔ سابقہ شریعت کے قوانین میں ترمیم و تنسیخ کا حق لے کے آتا ہے رسالت کے بعد درجہ ہے نبوت کا۔ اس کے بعد امامت کا۔ لیکن یہ تینوں چیزیں اپنے بنانے یا کمانے سے نہیں ملتیں۔ کہ اگر پانچ لاکھ آدمی اکٹھے ہو کر کسی کو امام مان لیں تو وہ امام ہو گیا، نہیں۔ نہ امامت کسبی چیز ہے اور نہ ہی نبوت کسب سے ملتی ہے۔ اور نہ رسالت کسب کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ یہ مناصب کمائی سے نہیں ملتے بلکہ انتخاب الٰہی ہے۔ اللہیصطفی من الملٰئکۃ رسلاً وّمن الناس

اللہ چنتا ہے فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے۔

ساتویں پارے کا ایک پورا رکوع ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس انتخاب کو "اجتبا" کہا ہے۔

"اجتبینٰھم وھد یتھم الیٰ صراط مستقیم"

اس سے پہلے شروع ہوتا ہے۔

"ووھبنالہ اسحٰق ویعقوب کلا ھدیناونوحاًھدینامن قبل ومن ذریتہ"

اور پھر انکی ذریت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

ومن آبائھم وذریتھم واخوانھم

ابراہیم علیہ السلام کے آباؤ اجداد میں سے ہم نے، انکی اولاد میں سے ہم نے، اور انکے بھائیوں میں سے ہم نے چنا۔ یہ پبلک الیکشن نہیں ہوا۔ یہ لوگ (POWER OF VOTE) سے منتخب نہیں ہوئے۔

اور نہ ہی جاگیرداروں، وڈیروں، مذہبی اجارہ داروں، مذہبی وڈیروں کے انتخاب سے وہ نبی و رسول بنے۔

"من آبائھم وذریتھم واخوانھم واجتبیتھم"

"اجتبیتھم" "ہم نے چنا ان کو وہاں "انا" کا لفظ نہیں کہا۔ "ناھم"۔ ..... الفاظ میں بھی جلال و شکوہ بولتا ہے۔ جہاں اللہ اس قسم کی گفتگو فرماتے ہیں۔ الفاظ اتنی قوت والے۔ جلال والے، آمرانہ انداز کے ہوتے ہیں۔ اور آمریت مطلقہ کا پیکر ہوتے ہیں۔ جہاں قرآن کے تحفظ کی بات کی وہاں فرمایا

انانحن نزلناالذکروانالہ لحافظون

چار مرتبہ! انا، نحن، نزلنا، وانا، اللہ اکبر....... طاقت، قوت، صولت، شاہی، دبدبہ، سطوت، جلال، امر------ آمر مطلق اللہ کا یہ حکم ہے کہ ہم نے نازل کیا۔ اور ہم ہی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب کا ذکر آیا فرمایا

انااوحیناالیک

بے شک ہم نے وحی کی ہم نے چنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔---مکہ کے لوگوں نے نہیں چنا، ننھیال نے نہیں چنا، ددھیال نے نہیں چنا، کسی کی غیبی خبر کی وجہ سے نہیں چنا گیا۔

ماں کے رحم میں تھا تو "مجتباء الھی" تھا۔ باپ کی صلبِ گرامی تھا تو "اجتباء الھیہ" کا نشانِ عظیم تھا۔

کون ہے؟ جو اس مقام پہ کھڑا ہو کے یہ کہہ سکے کہ میں ہوں جس سے خدا گفتگو کرتا ہے۔

خدا ان سے گفتگو نہیں کرتا جن کے ضمیر و خمیر اور فطرت و خون میں غلاظت کی آمیزش ہو۔

جس کی ماں کا ظاہر و باطن، جس کے باپ کا ظاہر اور باطن مطہر اور پوتر ہو نبوت وہاں جنم لیتی ہے۔ میرے نبی نے کیا فرمایا!

ولدت من اصلاب الطیبة وارحام الطاھرة نکاحالاسفاحا

کہ میں پاک پشتوں اور پاک رحموں سے جنا گیا ہوں۔ میرے آباؤ اجداد میں کبھی کسی نے زناء نہیں کیا یہ ہے ولادت خاصہ!

جو نہیں ملتی کسی کی کمائی سے۔ رات بھر ایک سو نفل نہیں! ایک ہزار نفل پڑھنے کی طاقت ہو تو پڑھو۔ ہر چار رکعت میں ایک قرآن ختم کرو، مریضوں، غریبوں، بے نواؤں، درماندوں، اور واماندوں کی خدمت میں زندگی بسر کردو۔ مدارسِ عربیہ کی ایک لائن لگا دو۔ مساجد کی پرشکوہ عمارت سے انسانیت کو جھکادو۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود نہ نبوت ملے گی۔ نہ امامت ملے گی۔ نہ رسالت ملے گی۔ یہ ولادت خاصہ ہے۔ یہ اجتباء الھیہ ہے۔ اجتباء خاص ہے جو صرف اللہ کے قبضہ میں ہے کسی کے قبضہ میں نہیں۔ اور نبوت و رسالت و امامت نسل در نسل نہیں چلتی۔ اس کی مرضی ہو چلا دے۔ نہ چلائے۔ تو کوئی پکڑ نہیں سکتا

یفعل مایشاء ویختارماکان لھم الخیرة

جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کو نہ مشیر چاہیئے اور نہ وزیر۔۔۔۔ اور جو مشیر رکھے وہ اللہ نہیں۔ مختصراً والد ماجد رحمہ اللہ کے الفاظ میں الٰہ وہ ذات ہے جس کے بغیر کسی کا کام نہ چلے۔ اور جس کا کام کسی بن نہ اسکے وہ الٰہ ہے۔

کوئی بھی اپنی مرضی سے اپنا کام نہیں چلاسکتا۔ اور اللہ کا کام روک نہیں سکتا کوئی نبی، کوئی رسول، کوئی امام، خود مختار نہیں۔ مجبور تر ہوتا ہے۔ ہر نبی، رسول ہر امام بات تک نہیں کر سکتا جب تک حکمِ الٰھی کا نزول نہ ہو۔ کائنات کے فیصلے کیسے کرے گا، اپنی مرضی سے وہ تو بات نہیں کر سکتا۔

وماینطق عن الھویٰ ان ھو الاوحی یوحیٰ علمہ شدید والقویٰ ذومرۃ

خدشہ نہیں۔ اللہ نے فرمایا میں قوی الامین ہوں۔ جو پیام لے کر آیا وہ متین وقویّ وامین ہے۔ روح امین ہے۔ اور جس کی طرف بھیجا "فھو امین قوی"

دیکھیں کیسی کیسی قیدیں لگائی ہیں۔ کیسی شرطیں، پابندیاں، دائیں بائیں کے اثرات، شرور، وفتن، خطرات، اور تمام خباثتوں، دنائتوں، اور نجاستوں سے بچا بچا کے قلبِ محمد ﷺ پہ وارد کرتا ہے۔ اللہ خود ملاوٹ سے پاک، اس کا کلام ملاوٹ سے پاک، اور جو لانے والا ہے ملاوٹ کرنے کی اس میں ہمت ہی نہیں۔ اور جس کے دل پہ وارد ہو رہا ہے۔ اس کو اللہ نے ازل سے پاک رکھا ہے۔۔۔۔۔ یہ ہے اللہ کا کلام اور یوں ملتا ہے۔ صاحبِ ولایت کو۔ اور صاحبِ ولایت خاصہ کو۔

ولایت خاصہ کمائی سے نہیں ملتی۔ پبلک کے ووٹ سے نہیں ملتی جیسے کافرانہ جمہوری نظام کا اصول ہے کہ (گورنمنٹ آف دی پیپل بائی دی پیپل، فاردی پیپل) یہ ولایت پیپل اور بوہڑ سے نہیں ملتی۔ اور نہ شیشموں اور کیکروں سے ملتی ہے۔ صاحب!

! بے رہروانِ کوئے ملامت، اودنی الطبع، کج ہمت و زیغ باطن و زیغ ظاہر کے پیکر خسیس، اخس و ارذل !۔۔۔۔۔۔۔ نہیں ملتی یہ دولت کمانے سے۔ رت جگوں سے نہیں ملتی۔ فصاحت و بلاغت سے نہیں ملتی یہ اسکا اجتباء ہے۔ ولایت خاصہ مہتر کے بیٹے کو بھی مل سکتی ہے۔ سیدزادے کو بھی مل سکتی ہے۔ سکھ کا بیٹا مسلمان ہوا اتباعِ رسالت میں کمال حاصل کرے وہ بھی ولی عام ہو سکتا ہے۔ اور اتباعِ رسول کی شرط کیا ہے؟ کیا شرط لگائی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اسلامی ٹرمینالوجی میں خاص اصطلاح کیا ہے؟ جس کی بنیاد پر کسی کو ولی کہا جا سکتا ہے۔۔۔۔ وہ ہے "متقی"

مولوی کی بات مت مانو مگر اللہ کے بندو تمہارے لئے جو قرآن نازل کیا گیا ہے اس کو تو مانو جس پر نبی ﷺ نے تیئس برس کاوش کی۔ فرمایا

"ان اولیاء ہ الاالمتقون"

کہ اس کے ولی متقیوں کے سوا ہو نہیں سکتے۔

یہاں جو اصل برادری ازل سے ہمارے مقدر میں لکھی ہوئی ہے۔ اس سے بھی تو بات کر لیں نا! کیا۔۔۔۔؟ یہاں سے یوں چٹکی اٹھائی مٹی کی۔ ہاتھ میں رکھی "چرر ائٹ" منڈا تیار۔ یہ ولی نہیں یہ شعبدہ باز ہے۔

ہاں کوئی دکھیارا۔ ستم رسیدہ، تھکاہارا، چاروں جانب سے جس کو مار پڑی ہو۔ پٹ پٹا کے کسی اللہ کے بندے کی گود

میں آجائے اور اللہ کو رحم آجائے۔ وہ ہاتھ اٹھا دے اور اللہ قبول کر لے۔ اور اسکی کایا پلٹ دے یہ تو ہو سکتا ہے مگر بس میں نہیں ہے۔ بس میں کہنا، ماننا یہ تقویٰ کے خلاف ہے اور یہ حرام ہے۔ بس میں کسی کے کچھ نہیں ہے۔ بس میں تو نبی کے یہ نہیں کہ لفظ بدل دے۔

مالی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الامایو حیٰ الیّ

"مجھے کیا حق ہے کہ میں تبدیل کروں۔" کون کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔۔؟

رسول الثقلین، امام المشرقین والمغربین، شفیع المذنبین، رحمتہ اللعلمین، سیدالاولین والاخرین، قائدالغرالمحجلین ﷺ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "مالی" میرا کیا حق ہے۔

"ان ابدلہ من تلقاء نفسی"

کہ میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی پیدا کروں؟۔۔۔۔ اور کسی کو کیا اختیار ہوگا......؟

لوگوں نے شان اور اختیار میں فرق نہیں کیا۔ اختیار اس کے قبضے میں ہے، شان وہ بانٹتا ہے۔۔۔۔۔ نبوت اسے دیدی، رسالت اسے دیدی۔ امامت اسے دیدی۔ اور ان کا جو تابع فرماں ہوگا۔ تقویٰ اختیار کریگا ولایت اسے دیدی۔...... اور تقویٰ کیا ہے؟ حرام سے بچنا جو حرام سے نہیں بچتا وہ متقی نہیں ہے۔ چاہے ہوا میں اڑتا ہو۔ اور یہ کہتا ہو کہ میں پھونک مارتا ہوں تری بہو کے پیٹ پر، اگر پیدا ہونیوالے بچہ کے پیٹ پر میرے ہاتھ کا نشان ہو تو سمجھ لینا کہ میں نے دیا ہے۔۔۔۔ یہ شخص جھوٹا خبیث ہے۔ لو! سارے زندے مردے اکٹھے ہو جاؤ، مجھے بیٹا دیدو، نہیں تو لڑکی ہی دیدو، میں بے اولاد ہوں۔

دے سکتا ہے تو آمیرے سامنے میں دیکھوں تو کونسا پھنیر سانپ ہے۔ شرم نہیں تم لوگوں کو۔ گوشت پوست کا انسان، سات سیر پاخانہ پیٹ میں اٹھائے پھرتے ہو۔ پاخانہ کر کے استنجا نہ کرو تو تم ناقابلِ قبول، قابل نفرت، بدبودار، اور سنڈاس انسان ہو۔ ایسا دعویٰ کرنا حرام ہے

ہاں! یہ کہے کہ بھائی میں اللہ سے بھیک مانگتا ہوں اس کی بارگاہ میں ماتھا بچھاتا ہوں۔ ناک رگڑتا ہوں مجھ غریب و نادار کی سن لے اور کرم کر دے تو اس کے اختیار میں ہے۔ دعاء کرتا ہوں۔۔۔۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے۔

"فاستجبنالہ ونجینہ من الغم وکذالک ننجی المؤمنین"

ہم نے سب کی پکار سنی، انکا گریہ، ان کی زاری، انکی آہ و بکا، انکا نالہ و شیون انکی فریاد ہم نے سنی اور ہم نے قبول کی۔ اور ہم نے نجات دیدی۔ ایک نبی بتاؤ جسکا کرب اللہ نے دور نہ کیا ہو۔ سیدالانبیاء والمرسلین، آپ کی دعا ذرا پڑھیئے

اللّٰھم انی عبدک وابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاءک

اے اللہ میں تیرا بندہ، میں تیرے بندے کا بیٹا، تیری بندی کا بیٹا۔۔۔۔۔۔ کیا کسر چھوڑی حضور ﷺ نے اس دعا میں؟

نہیں سمجھ میں آتا تمہیں انسان ہونا؟

کون ہے جس کے بس میں کچھ ہے۔ صرف ایک اللہ ہے جس کے بس میں سب کچھ ہے۔ غزوہ بدر کو سامنے رکھو،

سرورِ کونین کی عظمتوں کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ آپ کے مقام و منصب کو ملاحظہ فرمائیے۔ نبی سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

"ویبکی کثیرا"

سجدے میں گر کے روتے ہیں۔ اور وہ مٹی تر ہو جاتی ہے۔ ہمارے وجود۔۔۔۔۔۔ نہیں پوری کائنات سے زیادہ معزز آنسو۔۔۔۔۔۔ خشک صحرا سیراب ہو جاتا ہے اور ہچکی بندھ جاتی ہے۔

ایسا کیوں؟ یہ پکار کیوں؟ درخواست کیوں؟ التماس کیوں؟ گذارشات کیوں؟

"اللھم ان تھلک ھذہ العصابہ انک لن تعبدابداً"

اے اللہ یہ جو پونجی ہے یہ جو میری کمائی ہے اگر آج کے دن یہ ہلاک ہو گئی تو اے اللہ قیامت تک آپ کی عبادت نہیں ہو سکے گی۔

"انک لم تعبداًابدا"

اپنی پونجی بھی پیش کی اور ایک قسم کا چیلنج بھی کر دیا کہ مجھے تو کہا تھا کہ کمائی کرو میں نے کی۔ اب تیرے حوالے ہے میری کمائی، یہ عصابہ حاضر ہے۔ یہ چھوٹی سی جماعت، یہ چھوٹا سا گروہ، میری یہ تیرہ چودہ برس کی کمائی..... میں اپنی پونجی لے کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں اب سنبھال اسے۔ پھر سنبھالا اس نے۔ اسکا جو وعدہ ہے کہ یوں کوشش کر کے آؤ تو میں سنبھالا کرتا ہوں۔ اور آج بھی آپ کے اور ہمارے ذمے یہی ہے نتائج ہمارے ذمّہ نہیں ہیں جناب! بات کردوں نا۔۔۔۔۔۔ رہا تو جاتا نہیں۔ راستہ چلتا ہوا آدمی۔۔۔۔۔ راستے سے کانٹے، گوبر، کیلے کے چھلکے اور فنا کے گوکھرو، خارِ مغیل، پریشان کرنے والی رکاوٹیں۔ مسافروں کے حالات کو دگرگوں کرنے والی انکا ہٹانا اچھے مسافروں کا کام ہے۔

ولایت عامہ ملتی ہے آپ میں سے ہر شخص لے سکتا ہے ہر شخص ولی اللہ بن سکتا ہے۔ نبی اللہ نہیں بن سکتا بنئے محنت کیجئے کیسے؟

رسول اللہ ﷺ کی تیئس برس کی حیات طیبہ کو علماء بیان کرتے کرتے تھک گئے۔ ہر حلقے کے عالم نے آپ ؐ سیرت طیبہ سے آشنائی کرائی، تعارف کرایا سمجھایا مدارس عربیہ کے طلباء کرام احادیث مکرمہ مقدسہ پڑھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کتنی بھوک برداشت کی۔ آج کل کی بولی میں اپنے مفادات کو کتنی مرتبہ قربان کیا۔ (باقی آئندہ)

"پردہ اور علامہ اقبال"

حکومت برطانیہ، علامہ اقبال کو جنوبی افریقہ میں بطور ایجنٹ بھیجنا چاہتی تھی اور شرط یہ تھی کہ تمام تقریبات میں ان کے ساتھ بیگم اقبال بھی شریک ہوں گی۔ علامہ اقبال نے یہ کہہ کر اس اعلیٰ عہدے کی پیش کش ٹھکرا دی۔ کہ

"بے شک میں ایک گناہ گار مسلمان ہوں۔ لیکن اتنا بے غیرت نہیں ہوں۔ کہ ایک سرکاری عہدے کی خاطر اپنی بیگم کو بے پردہ کروں"

(بحوالہ اردو ڈائجسٹ صفحہ ۱۰۵، مئی ۱۹۹۱ء) (برائے ایصالِ ثواب حضرۃ ام الاحرار رحمۃ اللہ علیہا)

شاہ بلیغ الدین

ظلمت کے مینار

رسمی تعظیم

لال قلعے دہلی میں کچھ لوگ جمع تھے۔۔۔۔۔۔۔ یہ سب بادشاہ کے مصاحب تھے۔ شاہ اسماعیل شہید سے باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ باتیں کرتے کرتے شاہ صاحب نے ایک موقع پر فرمایا۔۔۔۔۔ ذرا قرآن شریف اٹھالاؤ! شاہی محل کے کتاب خانے سے کوئی کلام اللہ کی جلد لے آیا۔ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اور ادھر ادھر سے دیکھ کر شاہ صاحب نے فرمایا کہ۔۔۔۔۔۔ صحیح بخاری بھی لاؤ! صحیح بخاری بھی آگئی۔ شاہ اسماعیل شہید نے اسے بھی ادھر ادھر سے دیکھا۔ کچھ دیر تک حاضرین کو دیکھتے رہے پھر کتابیں اس شخص کو دے دیں جو لے آیا تھا۔ فرمایا کہ۔۔۔۔۔۔۔ لے جاؤ بھائی! جہاں سے لائے تھے وہاں رکھ دو۔۔۔۔۔۔۔ ادب سے، احترام سے عقیدت سے!

ہوا یہ تھا کہ شاہ اسماعیل شہید ایک مرتبہ وعظ کر رہے تھے دہلی میں جامع مسجد کے حوض پر یہ جلسہ ہو رہا تھا۔ اتنے میں آگے سے ایک جلوس آیا۔ تبرکات اس کے ساتھ تھے۔ لوگ نعتیں پڑھتے زور سے نعرے لگاتے جا رہے تھے۔ شاہ صاحب نے ایک نظر جلوس کی طرف دیکھا پھر اپنے وعظ میں لگ گئے۔ یہ بات بعض حاضرین کو اچھی معلوم نہ ہوئی۔ انہوں نے کہا۔۔۔۔۔ شاہ صاحب! آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اپنی جگہ سے اٹھئے جلوس اور تبرکات کی تعظیم میں کھڑے رہیے۔ شاہ صاحب نے سنی ان سنی کر دی۔ لوگ ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ حاضرین میں سے کچھ لوگ بپھر گئے۔ انہوں نے شاہ صاحب سے تو تو میں میں شروع کر دی۔ شاہ اسماعیل شہید وہی جو جہاد آزادی میں سید احمد شہید کے ساتھ بڑے سرگرم رہے۔ وہ شاہ ولی اللہ کے نواسے۔ بڑے پڑھے لکھے بڑے لائق اور بڑے پرہیز گار آدمی تھے لیکن جلسے میں ہاہا ہو ہو کرنے والوں نے ذرا ان کا خیال نہ کیا۔ جب بات بڑھی تو شاہ صاحب نے کہا کہ۔۔۔۔۔۔ دیکھو! میں وعظ کر رہا ہوں وہ کام کر رہا ہوں۔۔۔۔ جو رسول اللہ ﷺ کو بہت پسند تھا۔ دین کی تبلیغ کے اس کام کو چھوڑ کر میں کس کی تعظیم کے لئے اٹھوں؟ کیا معلوم یہ سچ مچ کے آثار مبارک میں سے کوئی چیز ہے یا کچھ اور۔ جو کام میں کر رہا ہوں وہ تم بھی دیکھتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اسے ختم کر دوں اور تمہارے ساتھ ریاکاری میں شریک ہو جاؤں۔ افسوس کہ ایک گمان نیک کو اہمیت دیتے ہو اور حقیقت کو پس پشت ڈال رہے ہو! خدا کے بندو! کبھی تو بات سمجھا کرو!

وہاں بات سمجھنے کو کون تیار تھا۔ وہاں تو ایک دکھاوے میں سب کو شریک ہونا تھا۔ نتیجہ یہ کہ ایک سے ایک جاہل نے شاہ صاحب کی کھچائی کی۔ آخر انہیں برا بھلا کہتے وعظ کی محفل چھوڑ کر چل دئے۔ کہ جلوس میں شریک ہونا زیادہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ واہ رے عقل اور واہ رے علم۔۔۔۔۔۔۔ اقبال نے سچ کہا۔

یہ امت خرافات میں کھو گئی
حقیقت روایات میں کھو گئی

یہ مغلیہ سلطنت کے آخری دنوں کی بات ہے اس وقت اکبر شاہ ثانی بادشاہ تھا۔ بادشاہ صرف نام کا تھا حکومت انگریزوں کی تھی۔ وہ شاہ صاحب کے خاندان کا بڑا معتقد تھا اس نے ایک دن کسی نہ کسی طرح شاہ صاحب کو اپنے پاس بلوایا اور ان سے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ آثار مبارک کی تعظیم نہیں کرتے؟ شاہ صاحب نے فرمایا یہ آپ سے کس نے کہہ دیا؟ یہ تو غلط بیانی ہے۔ البتہ یہ یاد رکھیئے کہ ان چیزوں کی اہمیت صرف اس لئے ہے کہ ان کو حضور اکرم ﷺ سے نسبت ہے ورنہ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ پھر یہ بات اللہ ہی بہتر جانے کہ یہ آثار حقیقی ہیں بھی یا نہیں۔ میرا یہ مطلب بالکل نہیں کہ آثار مبارک کی تعظیم نہ کی جائے مگر یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی کو اس بات کا شبہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں! سب نے کہا۔ نعوذ باللہ کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے۔ فرمایا---- یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ صحیح بخاری میں حدیثیں لکھی ہیں اور علماء اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ سب نے کہا جی ہاں! فرمایا---- حیرت ہے میرے دوستو! حیرت کہ اللہ کا کلام اور نبی کی حدیثیں آئیں تو ان کا تو تم نے احترام نہ کیا۔ نہ اپنی جگہ سے اٹھے نہ ہٹو بچو کی آوازیں لگائیں نہ نعرے بلند کئے۔ یہ جو تم سمجھتے ہو کہ یہ آثار، جلوس، یہ ہنگامے دین کا جزو ہیں تو تم غلطی پر ہو یہ رسمیں ہیں۔ آثار کی تعظیم تم دل سے نہیں کرتے صرف دکھاوے کے لئے کرتے ہو۔ ورنہ سچ سچ بتاؤ کہ اللہ کی کتاب سے بڑھکر اور کون سی چیز ہے کہ جس کا احترام کیا جائے۔ کہو کیا کہتے ہو؟ اکبر شاہ اور اس کے درباری نظریں جھکائے خاموش کھڑے رہے تو فرمایا کہ---- آثار کا احترام آنحضرت ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے اور آپ سے حقیقی محبت یہ ہے کہ آپ کے اسوہ حسنہ پر چلو!

حکایات اولیاء میں لکھا ہے کہ جب شاہ صاحب یہ فرما رہے تھے۔ اس وقت اکبر شاہ ثانی گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دین کی اصلیت کو تو ہم نے بھلا دیا بس رسموں پر مٹے جا رہے ہیں۔ کہ ارکان دین چھوڑ دیں تو پروا نہیں صرف نذر و نیاز، جلسوں اور جلوسوں پر دین کو زندہ رکھ لیں گے---- دین تو ملت کے ایک ایک فرد کے کردار سے زندہ رہتا ہے۔

آپ کے عطیات

محاسبہ مرزائیت، رد رافضیت کی جدوجہد کو تیز کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے۔ بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک۔ اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان۔

پروفیسر سید شمس الدین

حفاظت حدیث اور اصول حدیث

فن جرح و تعدیل :۔

اعدائے اسلام نے تخریب دین کے لئے غلط روایات کی اشاعت کا کام جب شروع کیا تو علمائے اسلام نے اس کا توڑ کرنے کے لئے شرعی اصول کے تحت جرح و تعدیل کا فن ایجاد کیا جس نے کھرے کھوٹے میں امتیاز کی راہ سجھائی۔

دور صحابہ میں کذب و افتراء عام نہ تھا اس لئے اس فن کی طرف چند ایک صحابہ کے سوا کسی کو توجہ کی ضرورت نہ تھی۔ عہد صحابہ کے اصحاب جرح و تعدیل، عبداللہ بن عباسؓ، عبادہ بن مالکؓ اور انس بن مالک (رضی اللہ عنہم) تھے۔

دور تابعین میں اصحاب جرح و تعدیل یہ تھے۔عامر الشعبی، محمد بن سیرین، سعید بن المسیب، اعمش، شعبہ، مالک بن انس، معمر، ھشام الاستوائی، اوزاعی، سفیان ثوری، ابن الماجشون، حماد بن سلمہ، اور لیث بن سعد۔ رحمھم اللہ تعالیٰ!

تبع تابعین کے دور کے اصحاب جرح و تعدیل یہ تھے۔ یزید بن ہارون، ابوداوٗد الطیالی، عبدالرزاق بن الھمام، ابوعاصم النبلیل، یحیٰ بن معین، احمد بن حنبل، علی بن المدینی، ابن ابی شیبہ، اسحق بن راہویہ، امام دارمی، امام بخاری، ابوزرعہ رازی، ابو حاتم، امام مسلم، اور امام ابوداوٗد۔ رحمھم اللہ تعالیٰ!

فن جرح و تعدیل کی مشہور کتب یہ ہیں۔

کتاب الثقات لابی حاتم بن حبان السبتی۔ کتاب الثقات لزین الدین قاسم بن قطلوبغا (۸۷۹)ھ

کتاب الثقات لخلیل بن شاھین۔ کتاب الضعفاء للبخاری۔

کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی۔ کتاب الضعفاء لابی حاتم السبتی

کتاب الضعفاء للدارقطنی۔ کتاب الضعفاء للعقیلی

کتاب الضعفاء لابی نعیم الجرجانی (۳۲۳ھ)۔ کتاب الضعفاء لابی الفرج الجوزی (۵۹۷ھ)

کتاب الکامل لابن عدی الجرجانی (۳۶۵ھ)۔ میزان الاعتدال للذھبی (۷۴۸ھ)

لسان المیزان للعسقلانی (۸۵۲ھ)

امام بخاری کی تین تاریخیں:

کتاب الجرح والتعدیل لابن حبان۔ کتاب الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ)

کتاب الجرح والتعدیل لحافظ جوزجانی۔ کتاب التکمیل للحافظ ابن کثیر

طبقات ابن سعد (۲۳۵ھ)

علم معرفتہ الصحابہ:

حفاظت حدیث کے سلسلے میں یہ فن ایجاد کیا گیا تاکہ کسی روایت کے سند کے اتصال یا ارسال کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اس میں جو کتب ہیں وہ یہ ہیں۔

معرفتہ الصحابہ لحافظ ابن حبان - معرفتہ الصحابتہ لابی نعیم الاصبہانی

معرفتہ الصحابہ لابی احمد العسکری - الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب لعلی بن المدینی

الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب لابن ہندہ - الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب لحافظ ابن عبد البر۔

اسد الغابہ، لابن الاثیر- تلخیص اسد الغابہ لحافظ ذھبی

الاصابہ فی تمییز الصحابہ

علم تاریخ رواۃ:

علم ایسا علم ہے جس پر جرح و تعدیل کی بنیاد ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ:۔

۱- ثقات (ثقات حدیث) کو اختلاط (کسی بیماری، یا طول عمر) کی وجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے۔ انکے حالات کا علم ہوتا ہے۔

۲- ناسخ ومنسوخ احادیث معلوم ہوتی ہیں۔

۳- سند کے متصل یا منقطع ہونے کا علم ہوتا ہے نیر یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کون لوگ ہیں جو بزرگوں پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ امام ثوری فرماتےہیں۔ کہ جب لوگوں نے راویوں پر جھوٹ بولنا شروع کیا تو ہم نے ان کے لئے تاریخ کو استعمال کیا۔

اس فن کی مشہور کتب یہ ہیں۔

۱-الوفیات لابن ربیعہ الدمشقی (۳۷۳ھ)-۲-درالسحابہ فی وفیات الصحابہ للصاغانی-۳-الاعلام لوفیات الاعلام للذھبی-۴-تاریخ الوفات للمتاءخرین لابی سعد السمعانی-۵-رجال صحیح البخاری للقا بازی-۶-رجال صحیح البخاری للکر دی-۷-رجال صحیح مسلم لابن منجویہ

۴- علم اسماء الرجال:

اس میں راویوں کے حالات سے بحث ہوتی ہے یہ رواۃ حدیث کی سوانح عمریاں یا تاریخ ہے۔

۵- علم تدوین الحدیث:

اس میں جمع حدیث پر بحث کی جاتی ہے۔

۶۔ علم الناسخ والمنسوخ:

اس میں یہ بحث ہوتی ہے کہ کون سی حدیث ناسخ ہے اور منسوخ ہے اور کیوں منسوخ ہے۔ اس کے لئے حدیث کے علل واسباب مصلحت وقت اور شان نزول کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔

۷۔ علم النظر فی الاسناد ۸۔ علم کیفیت الروایت ۹۔ علم الفاظ الحدیث (مصطلحات) ۱۰۔ علم الموتلف و المختلف ۱۱۔ علم طبقات الحدیث ۱۲۔ علم غریب الحدیث ۱۳۔ علم طرق الاحادیث ۱۴۔ علم الموضوعات ۱۵۔ علم علل حدیث ۱۶۔ علم تصحیف اسماء ۱۷۔ علم الوحدان ۱۸۔ علم روایتہ الاباء عن الاباء ۱۹۔ علم الموضع لاوھام الجمع و التفریق ۲۰۔ علم معرفتہ علوم حدیث ۲۱۔ علم الاسباب

یہ تمام علوم اصول حدیث کے تحت بیان کئے جاتے ہیں۔ اور یہی حدیث کا معیار ہے اور حفاظت حدیث کا سنہری اصول بھی یہی رہا ہے۔ ان اصول و فنون کی موجودگی میں کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں من مانی کرتا پھرے۔ افتراء بازی کرے یا وقتی مصالح کے تحت کوئی فائدہ لے سکے۔ لہذا انہی کاوشوں سے اللہ تعالیٰ نے حدیث رسول اللہ ﷺ کی حفاظت بھی فرمائی اور اسے جھوٹ سے بچایا۔

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی۔ مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت
- تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات
- اصحابؓ بنوامیہ سے بغض وحسد کے اسباب۔
- تاریخ وسیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

قیمت ۶۰ روپے

راوی پبلشرز، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

ڈاکٹر عبدالرحمن نجم

شریعت یا جمہوریت

مقالہ خصوصی

آج کل مغرب کی طرف سے فیشن کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ جس کا نام عرف عام میں جمہوریت رکھا گیا ہے۔ جس طرح ہر فیشن یا فیڈ کے خلاف کوئی دلیل کارگر نہیں ہوتی اسی طرح اندھی تقلید کا یہ طوفان بھی عقل و ہوش کی کوئی بات سننے سے انکاری ہے۔ حالانکہ یہ نظام جو مغرب سے درآمد کردہ تمام تر اداروں پر مشتمل ہے سوائے کافروں کی نظریاتی غلامی کے اور کوئی چیز نہیں اور اسلام اور شریعت سے تو اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں! لیکن تلبیسِ ابلیس کا کمال دیکھئیے کہ بہت سے لوگ اسے اسلامی جمہوریت کا لقب دینے کی کوششوں میں بھی مصروف ہیں!

مغرب زدہ لوگوں کا ایک ایسا گروہ جس کے مفادات غیر ملکی آقاؤں کی بندگی سے منسلک ہیں اس نظام حکومت کی واضح ناانصافیوں کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا۔ گویا کہ یہی اس کا دین و مذہب ہے۔ اور پھر یہی لوگ آزادیٔ اظہار خیال اور آزادیٔ دین و مذہب کے نعرے بھی لگاتے جاتے ہیں اور کھلے ذہن اور تنقید برداشت کرنے کے دعوے بھی کرتے جاتے ہیں۔ لیکن اسلامی عقائد کے مالک لوگ اگر کسی ناانصافی کے خلاف احتجاج کریں تو چند کھڑکیوں اور دروازوں کو توڑ پھوڑ سے بچانے کی خاطر نہتے لوگوں پر اندھا دھند گولیوں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ اپنے قول و فعل کا یہ تضاد نہ ان کے اپنے شعور میں کوئی ہلچل مچاتا ہے نہ ان کے پیروکاروں کے ذہن میں! کیونکہ فیشن بہرحال فیشن ہے لیکن جو لوگ مغرب کی اندھی تقلید کی بجائے انسانی عقل و شعور پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کے غور و خوض کے لئے ہم جمہوریت کے چیدہ چیدہ اوصاف کو زیر بحث لانے کی غرض سے یہاں پیش کرتے ہیں۔

عوام کی حکمرانی:

عوام پر، عوام کے لئے، عوام کی حکمرانی اس مغربی طرزِ حکومت کا سب سے بڑا نعرہ ہے۔ جو سراسر فریب ہے۔ کیونکہ دنیا کی تاریخ میں آج تک کوئی جمہوریت ایسی نہیں آئی جس نے یہ دعویٰ پورا کیا ہو اور اپنے تمام عوام کو خوش رکھا ہو! وہاں بھی غریب لوگ غریب ہی رہے، امیر لوگ امیر ہی رہے، اور اکثریت حکومت سے ناخوش! مگر اس خاموش اکثریت کی آج تک جمہوریت میں کسی نے آواز نہیں سنی۔ کیوں؟

پاکستان کے حالیہ انتخابات میں بھی ساٹھ فیصد عوام نے حصہ نہیں لیا۔ اور اس نظام سے عدم دلچسپی کا ثبوت دیا۔ اس "خاموش اکثریت" کا فیصلہ کسی کے کان پر جُوں بن کر بھی نہیں رینگا! کیوں؟

کیا اس لئے کہ جمہوریت میں عوام کی بھلائی کی فکر کے پیچھے ہر طالع آزما سیاست دان کو اپنے حلوے مانڈے کی فکر پڑی ہوئی ہے؟ ورنہ اتنا بڑا اور اتنا واضح گروہ کیسے نظر انداز کیا جاسکتا تھا اور اکثریت کے دعوے کرنے والا ہر سیاست دان اس خاموش اکثریت کو کیونکر بھول گیا؟

کسی نے ملک و قوم کے ساٹھ فیصد عوام سے یہ پوچھنے کی کوشش نہیں کی کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیونکہ مغربی

اکا نے خود بھی کبھی ایسا کام نہیں کیا تو اس کے نظریاتی غلاموں کے ذہن میں یہ بات کیسے آسکتی تھی۔

اس اتنی بڑی ناانصافی نے کسی جمہوریت پسند کے ضمیر میں کوئی خلش پیدا کی؟

ذرائع ابلاغ کی عوام دوستی اور مسائل کی نشان دہی اور سچ کی ترجمانی کدھر گئی؟

مغرب کے بزعم خود انسانی حقوق کے کمشن اور دیگر انسان دوست ادارے کہاں گم ہو گئے؟

اور وہ لوگ جو حکمران جماعت سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس کی پالیسیوں سے ناخوش ہیں کیا وہ لوگ عوام کی فہرست سے خارج ہیں؟ ان کی خوشیوں اور امیدوں کا ستیاناس کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا تعداد میں کم ہونا ایک ایسا بھیانک جرم ہے۔ کہ ان کی زندگی عذاب بنا دی جائے اور ان پر اپنے نظریات زبردستی تھوپ دیئے جائیں اور ان پر ظالمانہ اور انتقامی ٹیکسوں کی بوچھاڑ کر دی جائے۔ اور ایسی اقتصادی اور فوجی پالیسیوں پر ان سے جابرانہ طور پر تابعداری کرائی جائے جن سے تعاون کرنا وہ ہرگز پسند نہیں کرتے اور جن سے ان کے دین و مذہب تک میں بے جا مداخلت ہوتی ہو۔

جمہوری نظام حکومت میں طاقت کے اس بے جا استعمال کے خلاف کیا ضمانت ہے جو حکمران جماعت اپنی حریف سیاسی قوتوں کے خلاف روا رکھ سکتی ہے۔

یہ سب کچھ اس کی اپنی صوابدید پر ہی تو منحصر ہے؟!

اور اگر اس طرز حکومت کا شریعت سے موازنہ کیا جائے تو حکمرانی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ترجمہ۔ "حکم کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے!" (یوسف ۴۰)

ترجمہ۔ اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے۔ (المائدہ ۵-۵)

ترجمہ۔ اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے۔ اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے (النساء۔ ۶۴)

اور اللہ کے تمام بندوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے احکام پر عمل کریں اور قانون شریعت اسلام کا ہو۔ جو نہ کسی انسان نے بنایا۔ نہ بنا سکتا ہے۔ اور جو یکساں طور پر سب پر لاگو ہوتا ہو۔ اور کسی فردِ واحد یا جماعت کی صوابدید پر منحصر نہ ہو اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا اور جمہوریت میں یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر یہ جمہوریت نعوذ باللہ اسلام کی روح یا شریعت کے مطابق کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جگہ عوام کو حکمرانی کا حق دینا تو شرک ہے۔ اور شرک وہ گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ کوئی ہے جو سوچے اور سمجھے۔

اکثریت کی برتری:

عامتہ الناس کی خاموش اکثریت کو چھوڑ کر باقی اقلیت میں سے جو جماعت اکثریت میں ہو اس کو ہر بات میں من مانی کرنے کا حق ہے۔ یہ جمہوریت کا دوسرا بڑا انکشاف ہے اور اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں سنی جا سکتی کیونکہ پچاس بیوقوف مل کر یہ دعویٰ کر دیں کہ انچاس عالم اور دانا لوگ احمق ہیں تو جمہوریت کی انوکھی منطق کی رو سے ان کے خلاف یہ قانون پاس کر دیا جاتا ہے اور جمہوریت میں احمق ہی گردانے جاتے ہیں چاہے حقیقت اس کے برعکس ہو!

اب یہ قدرت کی "غیر جمہوریت نوازی" ہی سمجھئے کہ عالم اور دانا لوگ خال خال ہی پائے جاتے ہیں اور کمیاب ہیں جبکہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کی عقل نوے اور ایک سو دس کے درمیان پائی جاتی ہے جو نہ رموز سلطنت کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں نہ عوام کی رہنمائی کا سلیقہ۔ یہ لوگ تو مشکل سے اپنے گھر کے مسائل بھی حل نہیں کر پاتے پھر اگر یہ سارے عوام رہنما بن بیٹھیں تو ان کی پیروی کرنے والے کہاں سے آئیں گے؟ اور اگر اس عجیب و غریب منطق کا موازنہ شریعت سے کیا جائے تو لوگوں کی اکثریت تو گمراہ ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا مان لو گے۔ تو وہ تمہیں اللہ کا رستہ بھلا دیں گے۔ یہ محض ظن کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔" (الانعام ۱۱۷)

اور یہ مغربی نظام جو گمراہ اکثریت کے بل بوتے پر قائم ہے، پھر اسلام کے مطابق کیسے ہو گیا؟۔"

ووٹ اور مساوات:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں حق اور باطل برابر نہیں ہوسکتے! نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں نہ عالم اور جاہل برابر ہیں نہ نیک اور بد برابر ہیں (نہ جرائم پیشہ لوگ اور شریف شہری ہی برابر ہوسکتے ہیں)

لیکن جمہوریت کی انوکھی منطق سے سب برابر ہو جاتے ہیں اور ایک ووٹ کے حق دار قرار پاتے ہیں البتہ نوجوان ووٹ کے حق سے متعصبانہ طور محروم رکھے جاتے ہیں۔ چاہے ان میں سے بعض کتنے ہی عقلمند، عالم، اعلیٰ کردار کے مالک اور ذہین و فطین کیوں نہ ہوں۔

جمہوریت کے ان سنہری اصولوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو پھر یہ نظام اسلام کے تقاضوں کے مطابق کیسے ہو گیا؟

بددیانتی:

مغربی ممالک کی ترقی یافتہ جمہوریتوں میں بھی بتایا جاتا ہے۔ پچیس فیصد ووٹ بددیانتی اور جعلسازی سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اضافہ کر دیا جاتا ہے کہ باقی تو ٹھیک ہوتے ہیں۔ پھر ایک اور بہانہ پیش کیا جاتا ہے کہ بس یہ نظام اپنی خامیوں کے باوجود دنیا کا بہترین نظام ہے۔ اگر آپ کے پاس اس سے بہتر نظام ہے تو پیش کیجئے۔

لیکن "پیش کیجئے" والی صلح زبانی ہی زبانی ہے۔ کہیں اسے اصلی سمجھنے کی غلطی نہ کر بیٹھیں۔ ورنہ سارا مغرب آپ کے خلاف خلافت راشدہ کا نظام پیش کرنے سے پہلے ہی چلّانے لگ جائیگا۔ کہ "آمریت آگئی" "بنیاد پرستی آ گئی"

اور شریعت اسلام سے اس بددیانتی کا موازنہ کریں تو شریعت تو پچیس فیصد کی جگہ اعشاریہ ایک فیصد بددیانتی کو بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ تو پھر یہ نظام اسلام کے مطابق کیونکر قرار پا گیا؟

انتخابی رنجشیں:

کسی ملک میں انتخابی رنجشیں ہوں نہ ہوں۔ پاکستان میں ان کا وجود اس نظام کا سب سے بڑا شاخسانہ ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ درآمد شدہ نظام ہمارے قومی مزاج کو سازگار نہیں۔ پھر بھی اسے ہمارے گلے میں گزشتہ چالیس سال سے یہ کہہ کر ٹھونسا جارہا ہے کہ اسے چلنے کا موقع دیں اس کے مقابل آج تک کسی سیاسی جماعت کو یہ کہنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ جمہوریت کے ساتھ چالیس سال کا تجربہ بہت ہو چکا۔ اب تھوڑا سا وقت خلافت راشدہ کے نظام کو بھی چلنے دیں۔ آخر دین اسلام کے خلاف آپ لوگ اتنے متعصب کیوں ہیں؟

بہر حال انتخابی رنجشوں سے وابستہ قتل و غارت اور دیگر جرائم انتخابات کے دوران اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور پھر سارا سال لوگوں کو انہی باتوں میں مصروف رکھتے ہیں۔ اور انتخابی عمل میں ملک و قوم کا جو روپیہ پیسہ اور وقت اور وسائل ضائع ہوتے ہیں۔ وہ الگ! یہ ایک ایسا تخریبی کھیل ہے۔ جس کی مثال جوئے کی سی ہے کہ اس کی ہار جیت کے ذریعے سے شیطان مسلمانوں کے درمیان بغض و عداوت ڈال کر انہیں آپس میں لڑا دیتا ہے۔ اور آپس میں لڑ کر مسلمان قوم کمزور اور بزدل ہو جاتی ہے۔ شریعت میں ایسی کوئی بات جائز نہیں ہو سکتی جو مسلمانوں میں بغض و عداوت کا باعث بنے اور جس کے سبب قتل و غارت اور گناہ اور جرائم میں اضافہ ہو۔

برائی کی جڑ:

انتخابی عمل میں زبردست خرچہ اور مدمقابل کے خلاف جوڑ توڑ، چالبازی اور مکاری کی آزادی اس سارے نظام میں برائی کی جڑ ہے ظاہر ہے کہ جو شخص بیس پچیس لاکھ روپے لگا کر انتخاب جیتنے کی امید رکھے گا۔ وہ جیت کر اپنا سارا خرچہ مع منافع وصول کرنے کی توقع بھی لگائے بیٹھا ہو گا۔ اور جو شخص روپے پیسے کے سیاسی استعمال، جوڑ توڑ، چالبازی اور مکاری میں ماہر ہو گا وہی جیتے گا۔ تو اس قسم کا کاروباری اور چالاک عوامی نمائندہ لوگوں کی خدمت خواہ مخواہ کرنے کی حماقت تو نہیں کرے گا۔

پھر اس طرح کے ایک سے بڑھ کر ایک سیاستدان عوامی نمائندوں کا گروہ حکومت ہاتھ آجانے کے بعد جو سب سے پہلا ملی بھگت والا کام کرے گا وہ تو سب کو پہلے سے ہی معلوم ہونا چاہیے۔ آخر کوئی شریف آدمی ہر بار بیس پچیس لاکھ روپیہ لٹا کر عوام کی خدمت کب تک کر سکتا ہے؟ اور سب سے اہم بات تو یہ کہ وہ اتنا فالتو پیسہ حق حلال کی کمائی سے لاکہاں سے سکتا ہے؟

لوٹ کھسوٹ اور جوڑ توڑ کا یہ سارا تخریبی عمل کیا شریعت اسلام کے مطابق ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شریعت میں تو حکومت کے کسی عہدے کی تمنا رکھنا اور اس کا امیدوار بننا ہی منع ہے۔!

اختیارات کی تقسیم:

اگر تمام اختیارات ایک ہاتھ میں مجتمع ہوں تو فیصلے جلد اور آسان ہو جاتے ہیں۔ جتنا ان اختیارات کو تقسیم کرتے چلے جائیں فیصلے اتنی ہی تاخیر اور پیچیدگی کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر جمہوریت کا فلسفہ یہی کہتا ہے کہ

اختیارات ایک ہاتھ میں نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ اس طرح آمریت آ جاتی ہے۔ البتہ یہ اختیارات بہت سے بدعنوان ہاتھوں میں مجتمع ہو کر جتنی مرضی ہے دھاندلی مچالیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

کیا آپ نے دیکھا کہ جمہوریت نواز ذہنوں نے کتنا اچھا حل نکالا ہے؟ اس طرح عوام کو دوہرا نقصان ہوا۔ اختیارات کے ناجائز استعمال کا مداوا بھی نہ ہوا اور ہر کام میں تاخیر اور پیچیدگی الگ سے نمودار ہو گئی!

اس پر مستزاد یہ کہ بیورو کریسی کے ارکان تو اعلیٰ علمی اور ذہنی قابلیت کے مالک رکھے گئے۔ اور ان پر وزیر لگا دیا کم علم یا بالکل انگوٹھا چھاپ قسم کا عوامی نمائندہ اس طرح کی کھچڑی پکا کر جمہوریت ناانصافی اور بدعنوانی کی بنیاد تو خود فراہم کرتی ہے اور الزام دیتی ہے آمریت کو!

یہ وزیر اور ارکان پارلیمنٹ سب عارضی ہوتے ہیں۔ اکثر دوبارہ منتخب ہونے کی امید نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ سب کام ایک ہی بار میں سر انجام دینا چاہتے ہیں، اور جلد۔ مگر اختیارات کی تقسیم اور ذہین فطین بیورو کریسی جلدی کے راستے کی رکاوٹ ہوتی ہے اس لئے بیور کریسی سے جوڑ توڑ اور چالبازی کے بل بوتے پر اکثر ناجائز کام کروائے جاتے ہیں۔ جس میں یہ عوامی نمائندے بڑے ماہر ہوتے ہیں! اور پھر بیورو کریسی کو بھی لائسنس مل جاتا ہے وہ بھی خوب ہاتھ رنگتے ہیں عوام کے لہو سے۔ اور بدعنوانی کا یہ لامتناہی سلسلہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔

یہ ساری بدعنوانی، مفاد پرستی اور چالبازی شریعت سے ہرگز مطابقت نہیں رکھتی۔

جمہوریت اور آمریت:

اہل جمہوریت پر ہر وقت آمریت کا خوف سوار رہتا ہے کیوں؟

اگر ایک مسلمان کی آنکھ سے دیکھا جائے تو کائنات کا سارا نظام ایک آمر مطلق کے ہاتھوں میں ہے اور بے مثال خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔ اگر، آمر مطلق ہونا کوئی غلط بات ہوتی تو پروردگار اسے اپنے لئے ہرگز پسند نہ فرماتا کیونکہ اس کے تمام نام اچھے اچھے ہیں۔ پھر قرآن مجید میں قادر مطلق ارشاد فرماتا ہے کہ

ترجمہ: "کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو ضرور مالکِ عرش کی طرف (لڑنے بھڑنے) کیلئے رستہ نکالتے!" (بنی اسرائیل ۴۲)

ترجمہ: "اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں۔ رب العرش ان سے پاک ہے!" (الانبیاء ۲۲)

غور کیجئے۔ کہ پروردگار کائنات کے درجے کی ہستی بھی اگر ایک سے زائد ہو جائے تو اختیارات کی تقسیم میں لڑائی بھڑائی اور توڑ پھوڑ لازم ہو جاتی ہے۔ تو پھر جمہوریت میں ایسا ہونا تو ناگزیر ہے جبکہ عوامی نمائندے بشری اور حیوانی خامیوں سے بالاتر رہ ہی نہیں سکتے۔

کیا اس غیر فطری اور غیر قدرتی نظام کا شریعت اسلام سے کوئی واسطہ ہو سکتا ہے؟

پھر قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

ترجمہ: "اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے۔ اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے!"

اور اگر ایک ہاتھ میں اختیارات کا مجتمع ہونا ایسا ہی برا ہوتا۔ جیسا کہ جمہوریت کے دلدادہ لوگ بلادلیل و مشاہد

طوطے کی طرح رٹنے پر بضد ہیں۔ تو پیغمبروں کے ہاتھ میں شریعت کے سارے احکام کیوں مجتمع کر دیئے جاتے؟ جبکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام، حضرت طالوت علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، اور حضرت سلیمان علیہ السلام تو باقاعدہ بادشاہت اور آمریت (الہامی آمریت) کے علمبردار تھے اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے بھی کسی مسلمان کو چون و چرا کرنے کی اجازت نہیں دی شریعت نے!

اور پھر تمام خلفائے راشدین بھی تو آمر تھے۔ لیکن آمر تھے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں پر جاری کرنے میں! خود بیٹھ کر اپنی حرص اور خواہش کے مطابق قانون گھڑنے والے نہیں تھے۔

البتہ جس بات میں انہیں نہ تو قرآن مجید سے صراحتاً کوئی رہنمائی ملتی نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تائید حاصل ہوتی اس امر میں شریعت کا مقتضا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی سے قریب ترین طرز عمل معلوم کرنے کے لئے وہ اہل علم اور اہل بصیرت صحابہؓ اور مشیروں سے مشورہ ضرور کر لیا کرتے تھے۔ جسے اسلام میں شوریٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ ہر حال میں شوریٰ کے مشوروں کے پابند نہیں ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ پارلیمنٹ کا قانون ہے اور جب شوریٰ کے عمل کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا اور شریعت کے مقتضا سے قریب ترین طرز عمل معلوم ہو جاتا ہے۔ تو پھر اللہ کے بھروسے پر اسی پر کاربند ہو جاتے۔ عوامی رد عمل اور عوامی خواہشات کی پیروی نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ مغربی استعمار کی طرح کافرانہ ذہن نہیں رکھتے تھے۔

کیا جمہوریت کے نظریاتی غلام یہ چاہتے ہیں کہ خلفائے راشدین سے لے کر سلطان صلاح الدین ایوبی تک اور سلطان محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر تک عالم اسلام کی سنہری تاریخ کو غلط اور ناجائز آمریت سے عبارت کر دیں؟

کیا جمہوریت کی بے جا پرستش نے ہم کو اس درجہ احمق بنا دیا ہے کہ ہم اپنی ساری تاریخ پر سیاہی پھیر دیں۔ اپنے عظیم الشان ورثہ کا منہ چڑانے لگ جائیں۔ اور ماضی میں اپنی شاندار جڑوں کو اپنے ہی کلہاڑے سے کاٹ کے رکھ دیں۔؟

حقیقت میں آمریت اگر اتنی بُری ہوتی۔ جتنی کہ مغرب کے کافر اذہان نے پروپیگنڈا کر رکھا ہے۔ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبروں اور دین اسلام کو اس سے اتنا تعلق نہ ہوتا۔ البتہ وہ آمریت جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے آزاد ہو وہ بہر حال اتنی ہی بری ثابت ہو سکتی ہے جتنی کہ مادر پدر آزاد جمہوریت!

اور شریعت کی نظروں میں حکومت ایک امانت ہے اور اس کا اہل قوم و ملک کا وہی شخص ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ امانت دار اور علم و عقل کے لحاظ سے اس عہدے کا اہل بنایا ہوا سے "اصلح للمسلمین" اور "انفع للمسلمین" ہونا چاہیے۔

کیا جمہوریت کے خواب و خیال میں بھی کبھی ایسا منصفانہ اور فطری اصول گزرا ہے؟

اور چلتے چلتے ایک نظر اجمالی کے ساتھ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور سعودی عرب کا موازنہ کر کے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ جمہوریت کے چیمپئین ملک میں جرائم کی انتہا ہو چکی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ قتل اسی ملک میں ہوتے ہیں۔ اور خودکشی، چوری، ڈاکہ، زنا، لواطت، شراب نوشی، منشیات غرض ہر قسم کے جرائم کی وہ بھرمار ہے کہ

الامان! لیکن دوسری طرف اسلامی نظام حکومت کے خدوخال بڑی حد تک برقرار رکھنے والے ملک سعودی عرب میں دنیا کے سب سے کم جرائم واقع ہوتے ہیں۔ کیوں؟ آج پاکستان کے مغرب زدہ ذہن یہ بہانہ بناتے ہیں کہ یہاں جرائم آمریت کیوجہ سے بڑھے ہیں تو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جرائم کیسے بڑھ گئے۔؟ وہاں تو دو سو سال سے زیادہ عرصہ سے جمہوریت قائم ہے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے جس قوم نے پورے شمالی امریکہ کے براعظم سے ریڈ انڈین کی نسل نابود کر دی ان کیساتھ آٹھ سو کے قریب معاہدے کئے۔ جو سب کے سب جمہوریت کے چمپئین اس قوم نے توڑ ڈالے اور ساری دنیا میں تمباکو نوشی، شراب نوشی اور سفلس کو عام کیا۔ حتیٰ کہ اپنے ہی ملک میں کیمیائی اور ریڈیائی فضلہ جات کے اتنے بڑے ڈھیر لگائے کہ اپنے عوام کا جینا دوبھر کر دیا اور انہیں کینسر میں مبتلا کر کے مارنا شروع کر دیا ایٹمی اور جراثیمی اور گیسی ہتھیاروں کی وہ بھرمار کی کہ ساری نوع انسانی کو مکمل تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔۔۔۔ تو کیا ایسے ملک کے گمراہ اور انسان دشمن ہونے میں کسی کو کوئی شک ہے؟ اور یہی حال تمام جمہوریتوں اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمان قوموں کا ہے۔ کیونکہ وہ مادر پدر آزاد ہیں۔

کافروں کی نقل:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہونگے نہ عیسائی، یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کر لو! ان سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور اگر تم اپنے پاس علم کے آ جانے پر بھی ان کی خواہش پر چلو گے تو تم کو اللہ سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہو گا نہ مدد گار''۔ (البقرہ۔۱۲۰)

اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

و من تشبہ بقوم فھو منھم

(جو کسی قوم سے تشابہ اختیار کرے گا وہ اسی قوم میں سے ہو گا)

نقل کرنے اور تشابہ اختیار کرنے کے منجمد نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان ذہنی اور فکری سطح پر غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ اور اپنی ساری ضروریات غلامی کی پیداوار سے پوری کرنے لگتا ہے۔ مقولہ مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے تو اگر ضروریات نقل اور غلامی فکر سے پوری ہونے لگیں تو ایجاد کی ضرورت ہی کہاں رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایجادات سے ہم عاری ہیں اور مغرب کی غلامی ہم پر جاری و ساری ہے۔

آزادی فکر:

آزادی فکر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم مغرب کی غلامی اور نقالی کے ترانے گانے لگ جائیں۔ آزادی فکر کا حقیقی مطلب تو یہ ہے کہ کوئی فرد یا قوم اپنی فطرت اپنے مزاج اور اپنے رنگ کے مطابق اپنی ضروریات اور مسائل کا حل اپنی جداگانہ سوچ اور لائحہ عمل سے دریافت کرے اور پھر اسے انفرادی یا قومی غیرت اور حریت کے ساتھ رو بہ

عمل لا کے دکھائے چاہے اس بات پر اس کے پرانے آقا کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہوں یہ ہے حقیقی اور غیرت مندانہ آزادی کی روح اور آزادی کا مطلب میوزک ۱۹۸۹ء اور نکٹائی اور گرم مرطوب آب و ہوا میں کوٹ پتلون کا عذاب اور مغربی اقوام کی غلامانہ پذیرائی اور نقالی سمجھ لینے والے بڑے افسوس ناک دھوکے میں ہیں۔ جمہوریت آزادی فکر کے گلے میں سب سے بڑا طوق ہے جو ہمیں کبھی راس نہیں آیا۔ مگر گزشتہ چالیس سال سے بار بار ہمارے گلے میں یہ کہہ کر ڈال دیا جاتا ہے کہ ذرا اسے رفاقت دو یہ ضرور تمہیں فٹ آ جائیگا!

دوستو! ہوش کرو۔ اگر تمہاری فطرت اسلامی ہے، سوچ اسلامی ہے۔ پسند نا پسند اسلامی ہے، مزاج اسلامی اور تاریخ اور ورثہ اسلامی ہے، تو تمہیں مغرب کا نظام حکومت کیونکر راس آ سکتا ہے۔ اور ایسے غلامی کے پھندے میں تم کیسے خوش رہ سکتے ہو؟ تم میں اتنی غیرت و ہمت اور آزادی فکر کیوں نہیں آ جاتی۔ کہ تم اپنے مغربی اور لادینی آقاؤں کو نو (NO) کہہ سکو اور اپنا نظام حکومت اپنی چودہ سو سالہ درخشندہ تاریخ کے حوالے سے چن سکو۔ تب تمہاری جڑیں بھی مضبوط ہوں گی۔ اور تمہاری بار آوری بھی شاندار انہ۔

کیا تم اپنی ترقی، خوشحالی اور کامیابی سے ڈرتے تو نہیں ہو؟

شہری اور انسانی حقوق:

جمہوری حکومتوں کا یہ سب سے بڑا کھوکھلا نعرہ ہے کہ وہ عوام کے شہری اور انسانی حقوق بحال کرنے کی علمبردار ہیں! کیونکہ عملی سطح پر تمام جمہوریتیں دنیا میں جرائم میں سب سے بڑھ کر ہیں۔

اور جرم جب کہیں سرزد ہوتا ہے تو کسی نہ کسی انسان کے شہری یا انسانی حقوق کا اتلاف ضرور ہوتا ہے۔

گویا زبانی دعووں کے برعکس جمہوریت شہری اور انسانی حقوق کی سب سے بڑی قاتل ہے۔ ورنہ صدیوں سے قائم دنیا کی بڑی بڑی جمہوریتیں جرائم کی فراوانی میں یوں سرفہرست نہ ہوتیں جمہوریت میں آزادی کا مطلب صرف عریانی، فحاشی، بدکاری اور حرام خوری کی آزادی سے عبارت کیوں ہے؟ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اسلامی حقوق کی آزادی کیوں نہیں؟ شریعت کے احکام کی پابندی کرنے اور کرانے کی آزادی کیوں نہیں؟ کیا اسطرح مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکہ زنی نہیں ہوتی؟

ہر بچے کو حق حاصل ہے کہ وہ پاک صاف ماحول میں پرورش پا سکے۔ وہ ماحول جو بدکاری اور فحاشی، لواطت، زنا اور حرام خوری اور منشیات (جن میں سرفہرست تمباکو نوشی اور شراب خوری ہیں) اور قتل و غارت اور لوٹ مار سے پاک ہو۔ اگر ان عوامل کو جمہوریت میں کھلی چھٹی دے دی جائے تو کیا ہر بچے کے پیدائشی حق پر ڈاکہ نہیں پڑتا؟ نیک اور شریف لوگوں کے حقوق کی پامالی کی یہ داستان جمہوریت کے متعصب اور یک طرفہ ذہن کی عکاسی کرتی

اس کے مقابل شریعت کے اصولوں پر بڑی حد تک قائم سعودی عرب کی حکومت کو دیکھئے تو ایک واضح اور حیران کن فرق نظر آئیگا۔ دنیا میں سب سے کم جرائم اور فوری عدل و انصاف اس کا طرۂ امتیاز ہے اور جو شہری اور انسانی حقوق شریعت نے جس طریقے سے متعین کر دیئے ہیں۔ ان کی نظیر تو جمہوریتوں میں عملی سطح پر کہیں نہیں ملتی! (مثلاً جلد اور سستا انصاف۔ کیا بغیر مقدمہ چلائے لوگوں کو دو دو سال تک قید کئے رکھنا انصاف ہے؟ تو پھر جمہوریتوں میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟)

معیشت اور عزت:

شریعت نے معیشت اور عزت کو باہم دگر حفظ خلط ملط نہیں کیا۔ اور فطری درجہ بندی اور مراتب کو قدرت کے ایماء کے مطابق قائم رہنے دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام کو مبنی بر حکمت اور قابلِ صد احترام سمجھا جاتا ہے۔ اور شریعت حرام کاروبار اور عقود فاسدہ پر پابندی عائد کرتی ہے۔ مگر رزق حلال کے حصول پر کوئی پابندی، کوئی قدغن اور کوئی حد مقرر نہیں کرتی۔ نہ امیر کے خلاف نفرت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ اور نہ غریب کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے نہ اس کی غربت سے سیاسی فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ بلکہ ہر سطح پر معاشرے میں تعمیری تعاون کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اور یہ معیشت کی تقسیم میں کمی بیشی چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ اس لئے اسے (نعوذ باللہ) غیر منصفانہ کہہ کر فتنہ و فساد پیدا نہیں کیا جاتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" (النحل ۷۱)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کردیا اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔" (الزخرف ۳۲)

اور عزت کو دولت کے ساتھ لازم و ملزوم نہیں ٹھہرادیا۔ جیسا کہ جمہوریت کا خاصا ہے بلکہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے" (الحجرات ۱۳)

اور غور سے دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی بے سرو سامانی ایک طرف اور ان کے نفس انسانی کی ترقی اور عظمت کا حال دوسری طرف۔ دوسری طرف کس حقیقت کیطرف اشارہ کرتا ہے؟ کیا حضرت عمر فاروق نے حضرت عثمان کے مال و دولت پر کبھی حرص اور حسد کے ساتھ نظر کی یا کبھی انکی مفلوک الحالی ان کی عزت کی راہ میں حائل ہوئی؟ کیا ان کے لباس سادہ میں لگے متعدد پیوند کبھی ان کے لئے باعث شرم قرار دئیے گئے؟! اپنے تو اپنے تاریخ گواہ ہے کہ غیروں نے بھی بیت المقدس کے دروازے کھول کر ان کی تعظیم میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی ترقی اور عظمت فی الحقیقت مالی وسائل اور عیاشی کے ذرائع اور معیار زندگی کی ہرگز محتاج نہیں اسے اگر ضرورت ہے تو وہ ہے عزت نفس اور تقویٰ کی۔ اور ان دونوں سے جمہوریت کا دامن بالکل خالی ہے!

اور معیشت پر بے تحاشا کنٹرول اور عوام پر بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں کی بھرمار جمہوری نظام حکومت کی حرص زر کا شاخسانہ ہیں۔ تاجر اور صنعت کار ایک نہیں دس بارہ محکموں کا اپنے آپ کو بے دام غلام پاتے ہیں۔ اور اس شکنجے میں بے بسی کے ساتھ کسمسا کر رہ جاتے ہیں۔ بھلا ان سے پوچھو تو ان کی آزادی کو کیا ہوا؟! کیا تجارت کرنا یا ملک کی ترقی کے لئے صنعت لگانا جرم ہے؟ تو پھر ان پر حکومت کے بہت سے محکمے دن رات مسلط ہو کر انہیں یہ احساس کیوں دلاتے رہتے ہیں؟ اس کے برعکس جرائم پیشہ لوگوں کو معاف کرنے، ان سے انسانی ہمدردی کا سلوک کرنے اور ان کو لمبی لمبی اور متعدد مہلتیں دینے میں مغربی جمہوریت کا جواب نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قاتل کیلئے موت

کی سزا وحشیانہ ہے؟ قاتل کو پھانسی دینے کی بجائے ووٹ دینے کا حق ملنا چاہیے۔ اور عمدہ کھانا اور رشتہ داروں سے ملاقات اور مفت وکیل اور کھیل و تفریح کی آسائشیں میسر ہونی چاہیں تاکہ عوام کے ٹیکسوں سے چلنے والے خزانہ پر مزید ڈاکہ پڑ سکے۔ اور قتل کرنے کے بعد قاتل اپنے آپ کو لارڈ تصور کر سکے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اس جمہوری ترغیب سے قتل اور دیگر جرائم پھیلیں گے یا کم ہونگے۔ عزت بدمعاش اور جرائم پیشہ کی ہوگی یا اہل تقویٰ کی؟

۔۔۔۔ اے حق و انصاف اور امانت و دیانت اور عزت نفس کیلئے واویلا کرنے والے مسلمانو! غور کرو کہ یہ اقدار تمہیں شریعت کے نفاذ سے حاصل ہونگی یا جمہوریت کے سراب سے؟؟؟

فلاحی مملکت:

ہر مسلمان کی زندگی کا بنیادی مقصد فلاح دارین حاصل کرنا ہے اور فلاحی مملکت کا تصور بھی یہی ہے کہ صالح اقدار کی ایسی فصل معاشرے میں بوئی جائے جسے کاٹتے وقت عوام فرط تاسف سے انگلیاں نہ کاٹنے لگ جائیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ

"وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے حکومت عورت کے سپرد کر دی" (صحیح بخاری کتاب الفتن حدیث ۱۹۷۶)

تو پھر شک وشبہ والی بات ہی کونسی رہ جاتی ہے؟

ایسی حکومت ہر گز فلاحی نہیں ہوسکتی چاہے جمہوریت کا سارا زور اس کے پیچھے کیوں نہ ہو۔ اور ایک مسلمان قوم کی زندگی میں فلاح دارین کی نفی کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے وہ زندہ رہے۔

تو کیا ایسی جمہوریت دین و دنیا کی بربادی کے مترادف نہیں؟

شیطان اور اسکے پھندے:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: یہ جو اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تو عورتوں ہی کی اور پکارتے ہیں تو شیطان سرکش ہی کو! جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ کہنے لگا میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ لے لیا کروں گا۔ اور ان کو گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا اور حکم کرتا رہوں گا۔ کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور یہ حکم بھی کرتا رہوں گا۔ کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلتے رہیں۔

اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔

وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے" (النساء ۱۲۰-۱۱۷)

مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں شیطان کے تین بڑے ہتھکنڈوں کا ذکر ہوا ہے۔

۱۔ گمراہ کرنا (اندھیرے میں رکھنا۔ علم نہ ہونے دینا۔ کم علمی سے فائدہ اٹھانا)

۲۔ امیدیں دلانا (جھوٹی امیدوں سے سراب کی سی کیفیت پیدا کرنا)

۳۔ حکم دینا (طاقت، دھمکی، لالچ اور دباؤ کا استعمال)

اور ان ہتھکنڈوں سے شیطان انسان سے دو طرح کے کام کروانا چاہتا ہے۔

(ا) جانوروں کے کان چیرتے رہیں۔ پھر غیر اللہ کی نذر مانتے۔ اور طاغوت کی اندھی تقلید اور پرستش کرتے رہیں۔

(ب) اللہ کی تخلیق کردہ چیزوں کو بدلتے رہیں۔ یعنی اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں خلل ڈالتے رہیں۔ قدرت کے کاموں میں دخل اندازی کرتے رہیں۔ فطرت کو مسخ کرتے رہیں۔ بزعم خود اللہ تعالیٰ سے بہتر تخلیق کرنے کا دعویٰ کرتے رہیں۔ اس طرح کے دھوکے میں بگاڑ اور فتنہ پیدا کرتے رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بہتر نہ کوئی تخلیق کر سکتا ہے نہ کر سکے گا۔ اس لئے نظام قدرت میں دخل اندازی کی ہر انسانی کوشش بگاڑ ہی پیدا کرے گی۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہونے کا نا اہل قرار دے گی۔ جو شیطان کا مقصد و منشاء ہے۔

ذرا غور سے عقل و مشاہدہ کی آنکھ کھول کر دیکھئے کہ کیا انہی ہتھکنڈوں سے شیطان نے جمہوریت اور لادینی ممالک میں یہی نتائج حاصل کر نہیں دکھائے؟

آخرت کی جوابدہی سے اندھیرے میں رکھ کر اور مذہبی علوم سے دور لے جا کر اور ترقی اور خوش حالی کی جھوٹی امیدیں دلا کر اور معاشی اور معاشرتی دباؤ اور فیشن اور فیڈ کے زور پر انہیں غلط مفروضوں اور اٹکل کے تیروں کے پیچھے لگا کر ان سے ہر طرح کے برے کام کروائے اور قدرت کے نظام میں سائنسی ترقی اور دریافت کے نام پر ان سے ایسی ایسی پلیدگی اور کثافت پیدا کروائی کہ ان کا اپنا ہی ملک ان کی زندگی کے لئے زہر آلود موت کا پیغامبر بن گیا۔

اس طرح قتل چوری، ڈاکہ زنی، فحاشی، جنسی بے راہروی کینسر، سلفس، ایڈز، تمباکو نوشی، شراب نوشی، منشیات، خودکشی، طلاق، پاگل پن، بے چینی، کرب، غرض ہر طرح کے شخصی اور معاشرتی جرائم کا شاہکار بن کر اور تباہ کن کیمیائی، ایٹمی جراثیمی، گیسی اور بارودی ہتھیاروں کا ایک آتش فشاں پہاڑ بن کر اور بحری، بری اور فضائی کثافتوں اور پلیدگیوں کا انبار بن کر مغرب اب ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ کیا ہم طاغوت کی پرستش اور اندھی تقلید کے اس طوفان کو اندر آنے دیں گے؟ یعنی ---------------

۱۔ کیا ہم شیطان کی منشاء کے مطابق اندھیرے میں رہنا پسند کریں گے؟

نہ پوری طرح شریعت اسلامی کا علم حاصل کریں گے اور نہ جمہوریت اور مغربی علوم کے طلسم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ایسا ہی ہوگا!

۲۔ جھوٹی امیدوں کے سہارے بار بار اپنا ووٹ بیچتے رہیں گے اور مغرب کی طرف اس طرح دیکھتے رہیں گے۔ جیسے کوئی پیاسا سراب کی طرف دیکھتا ہے۔ تو بے شک ایسا ہی ہوگا!

۳۔ مغرب کی طاغوتی طاقتوں کے مالی، معاشرتی اور فوجی دباؤ اور امداد کے لالچ اور پروپیگنڈے کے آگے جھک جھک کر ان کی تھیوریوں اور مفروضوں اور حکموں کو اندھی تقلید اور پرستش کے ساتھ مانتے رہیں گے۔ اور عبرت کی آنکھ کھول کر ان کے اپنے انجام پر نظر نہیں کریں گے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے سچے رستے کو مغرب کے کہنے پر چھوڑ دیں گے اور قدرت کے نظام میں خلل ڈالنا اور فطرت کو مسخ کرنا شروع کر دیں گے۔ تو یقیناً

بقیہ ص ۴۷ پر

صاحب زادہ حافظ حقانی میاں قادری حاصل مطالعہ

امریکی مسلح افواج میں پہلے مسلم مذہبی رہنما اور امام کا تقرر

۳ دسمبر ۱۹۹۳ء بروز جمعہ امریکی محکمہ دفاع میں ایک سادہ مگر پروقار تقریب میں امریکن افواج کی تاریخ میں کیپٹن عبدالرشید محمد کو پہلا اسلامی چیپلن (CHAPLAIN) مقرر کیا گیا۔ چیپلن کی اصطلاح عام طور پر کسی بھی مذہب کے روحانی پیشوا کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

گویا عبدالرشید محمد کو مذہب اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے مذہبی رہنما کے عہدہ پر فائز کیا گیا ہے۔

کیپٹن عبدالرشید محمد امریکی مسلح افواج میں موجود مسلمان فوجیوں کے لئے پیش امام کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کریں گے۔ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مشاورت کے فرائض سرانجام دیں گے۔

کیپٹن عبدالرشید محمد پنج گانہ نماز کے لئے اذان بھی دیں گے اور جمعہ کا نیز عیدین کے موقع پر خطبہ بھی دیں گے ایک امریکی میگزین کے مطابق......

کیپٹن عبدالرشید محمد کی تقرری کی یہ تقریب امریکی دارالحکومت واشنگٹن میں واقع پینٹاگان کی پرشکوہ عمارت کی تیسری منزل پر منعقد ہوئی۔

اس تقریب میں امریکی نائب وزیر دفاع کے علاوہ امریکی مسلح افواج سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات، آفیسرز، نیز مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات نے شرکت کی۔ مختلف مسلم تنظیموں کے نمائندوں اور واشنگٹن کی اہم شخصیات بطور خاص اس تقریب میں شریک ہوئی تھیں۔ ذرائع ابلاغ نے اس تقریب کو خصوصی کوریج دی اور مختلف ٹی وی چینلز نے یہ تقریب دکھانے کا خصوصی اہتمام کیا ہوا تھا۔

امام عبدالرشید محمد نے عہدے کا حلف اٹھانے کے بعد کہا ''میری دعا ہے کہ آج کا یہ دن دنیا بھر کے بڑے بڑے مذاہب کے درمیان امن وسکون، بھائی چارے اور محبت و یگانگت کی فضا قائم کرنے کے لئے پیش خیمہ ثابت ہو۔'' اپنی گفتگو میں کیپٹن عبدالرشید نے اسلام کی حقانیت اور اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالی۔

اس تقریب میں کیپٹن عبدالرشید محمد کو نیا فوجی نشان ''نقرئی ہلال'' پیش کیا گیا۔ جو ان کی فوجی وردی پر مذہب اسلام کی علامت کے طور پر لگایا گیا۔

امریکن مسلم کونسل کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر عبدالرحمن المسودی نے ان کو نیا نشان پیش کیا۔

تقریب میں امریکی مسلح افواج کے مختلف شعبوں کے علامتی جھنڈے (FLAGES) اور قومی ترانہ بھی پیش کیا گیا۔

تقریب کے دوران مسلم ملٹری ممبرز، سسٹرز افیرز کی ڈائریکٹر صابرہ خلیل اللہ نے کیپٹن عبدالرشید محمد کی اہلیہ محترمہ سلیمہ کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔

اور دیگر اہل خانہ کو تحائف دیئے۔

اسٹیج پر آ کر کیپٹن عبد الرشید محمد نے کہا۔

"کہ میں اس تاریخی دن پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اور اپنے پروردگار کا شکر بجا لاتا ہوں۔"

مزید کہا۔

کہ دینی اصولوں اور اسلامی بنیادوں پر امن و سلامتی اور اور عافیت کا پیغام ساری دنیا میں عام کرنے کے لئے آج کا دن مستقبل کے لئے نشان راہ ثابت ہو گا۔

انہوں نے اپنی تقریر کے دوران اسلام کا ابدی پیغام لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور مسلم کمیونیٹی کے افراد سے کہا کہ وہ اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کریں۔ تا کہ دیگر افراد کیلئے اسلامی راستہ کشش کا باعث بن سکے۔

انہوں نے ان تمام حضرات کا شکویہ ادا کیا۔ جنہوں نے ان کے حق میں دعائیں کیں۔ جو اس تقریب کا ذریعہ بنے۔ اور اس کے لئے بھرپور حصہ لیا۔ کیوں کہ یہ فوج سے منسلک تمام مسلمانوں کی ایک دلی آرزو تھی۔

امریکی محکمہ دفاع کے ایک اندازے کے مطابق اس وقت امریکی مسلح افواج میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار سے زائد ہے۔ اس موقع پر کیپٹن عبد الرشید محمد کو جو تختی پیش کی گئی اس کو پڑھتے ہوئے واشنگٹن ڈی سی کی "مسجد محمد" کے خطیب و امام یوسف سلیم نے کہا کہ

"مذہبی اور اخلاقی معاملات میں بیس کمانڈروں کے مشیر کی حیثیت سے بلاشبہ آپ مسلمانوں کے سفیر کا کردار ادا کریں گے۔

آرمی کے امام کے طور پر کیپٹن عبد الرشید محمد مسلمان فوجیوں کے روحانی تقاضوں کی تکمیل میں مدد دیں گے۔

اور امریکی بری فوج کے غیر مسلموں سمیت تمام اہل کاروں کے لئے مشاورت کے فرائض سرانجام دیں گے۔

امام کیپٹن عبد الرشید محمد نے کہا کہ میں اپنی ہر حیثیت میں سب کے لئے خدمات سرانجام دیتا رہوں گا۔

اس تقریب سے دو باتیں ثابت ہوئی ہیں۔

ایک یہ کہ امریکہ میں اسلام کی مقبولیت میں نہایت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اور لوگوں میں اسلامی تعلیمات سے شناسائی حاصل کرنے میں روز بروز دلچسپی بڑھ رہی ہے۔

دوسری یہ کہ عبد الرشید محمد نے خود کو دین اسلام کی سربلندی اور اسلامی برادری کے لئے ذاتی طور پر وقف کر رکھا ہے۔

اس پروقار تقریب جس کا آغاز شیخ احمد تجانی کی طرف سے اذان اور تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا۔

اختتام واشنگٹن ڈی سی کی مسجد الشوریٰ کے امام و خطیب نور کاشف کی دعا پر ہوا۔

بعد میں کیپٹن عبد الرشید محمد نے محکمہ دفاع کی عمارت میں نماز کی امامت کی۔

تقریب کے اختتام پر اخباری کانفرنس کے دوران جب کیپٹن عبد الرشید محمد سے ان کے نئے عہدے کی اہمیت پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ

"ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے، مسلح افواج میں بحیثیت امام کے تقرر میرے اس دیرینہ خواب کی تعبیر ہے کہ میں اپنی زندگی میں اسلام کی خدمت کر سکوں اور مسلح افواج کے پہلے امام کے طور پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کام آسکوں۔"

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب-------

امریکی محکمہ دفاع نے امام مقرر کرنے کے لئے جب امریکی مسلمانوں سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ کسی ایسے شخص کا انتخب کیا جائے جو راسخ العقیدہ مسلم ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہو تو امریکی مسلمانوں کی کونسل نے اس سلسلے میں عبدالرشید محمد کو نامزد کیا۔ عبدالرشید محمد نے ۱۹۷۴ء میں اسلام قبول کیا تھا۔ وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔ اور ۱۹۷۸ء سے امام کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ مذہبی تعلیمات سے مکمل طور پر بہرہ مند ہیں۔ عبدالرشید محمد نے ۱۹۸۰ء کے اوائل میں نائب چیپلین کے طور پر فوج میں شمولیت اختیار کی۔ اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۵ء تک فوج کے منشیات اور الکوحل کی روک تھام کے ادارے میں کونسلر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔ حال میں وہ ریاست نیویارک کی اصلاحی سروس میں چیپلین کے طور پر کام کر رہے تھے۔

امام عبدالرشید یونیورسٹی کی سطح کے گریجویٹ ہیں۔

انہوں نے نیویارک کی اسٹیٹ یونیورسٹی سے علم بشریت میں بی۔ایس۔سی کی ڈگری حاصل کی۔ اور سان ڈیگو یونیورسٹی سے کونسلنگ ایجوکیشن اور یونیورسٹی آف مشی گن سے سوشل ورک میں ماسٹر (M-A-) ڈگریاں حاصل کیں۔ وہ پہلے مذہبی رہنما ہیں جن کی تقرری امریکی مسلح افواج کی طرف سے اس عہدہ پر ہوئی ہے۔ وہ اب تک تھری اسٹار کیپٹن (THREESTARCAPTAIN) کا پروموشن حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

عبدالرشید محمد شادی شدہ اور چھ بچوں کے باپ ہیں ان کی اہلیہ کا نام سلیمہ ہے۔

عبدالرشید محمد اپنے عیسائی والدین کے گیارہ بچوں میں سے دسویں نمبر پر ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۹۵۲ء میں نیویارک کے مقام بوفیلو میں ہوئی۔ عبدالرشید محمد افریقی نژاد امریکی ہیں۔ امریکی مسلح افواج کے ایک ترجمان سارجنٹ پیٹر ڈربن کے مطابق اس وقت بری فوج میں عیسائیت اور یہودیت کے مذہبی پیشوا موجود ہیں۔ جب کہ حال ہی میں عبدالرشید محمد کے بحیثیت امام اور مذہبی رہنما کے تقرر سے اسلامی رہنما کا بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اسلامک کونسل آف امریکہ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر عبدالرحمن السّودی سے پوچھا گیا کہ فوج میں امام کے تقرر کے سلسلہ میں اتنا عرصہ کیوں لگا تو انہوں نے کہا کہ

"اس کی ذمہ امریکی افواج کو قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ وہ امریکی مسلمان ہیں جو اس کام کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔"

انہوں نے مزید کہا کہ

"فوج میں اس وقت ہمارے ایک امام کا تقرر ہوا ہے۔ لیکن انشاء اللہ مزید ائمہ حضرات کا تقرر ہو گا۔ فوج میں مسلمانوں کی تعداد بھی بڑھے گی۔

عبدالرحمن السّودی نے بتایا کہ

"امریکی بحریہ میں بھی مسلمان امریکی ہیں۔ ان کی امامت کے لئے انشاء اللہ جلد ہی امام کا تقرر ہو جائیگا۔ اس سلسلے میں مسلمان امریکی کوسٹ گارڈ بھی کام کر رہے ہیں۔"

کیپٹن عبدالرشید محمد سے جب پوچھا گیا کہ امریکی محکمہ دفاع کسی عرب نژاد امریکی مسلمان کو کب امام مقرر کرے گی؟

تو انہوں نے کہا کہ

"مذہب اسلام میں رنگ، نسل، علاقہ یا فرقہ کو کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس لئے آئندہ بھی ائمہ حضرات کا تقرر علمیت، قابلیت اور اہلیت کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

مختلف مسلم رہنماؤں نے کیپٹن عبدالرشید محمد کی بحیثیت امام و خطیب اور مذہبی رہنما کے تقرری کو ایک مستحسن اقدام قرار دیا۔ ائمہ کونسل کے چیئرمین امام کاشف نے اس تقرری پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ یہ محض اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوا۔ ساتھ ہی خدا کے فیصلوں کو منظر عام پر اور بروئے کار لانے کے لئے انسانی تدبیروں اور کوششوں، کاوشوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

اس موقع پر معروف امریکی مسلم رہنما شیخ وارث الدین کے نمائندے امام سلیم نے اپیل کی کہ امام عبدالرشید محمد اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن نبھائیں۔ اور اسلام کے روشن خطوط پر کماحقہ قائم رہ کر دینی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو فوج کے جوانوں میں عام کریں۔

مسلح افواج کے چیپلین اورڈ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر چیپلین کرنل ہرمن کیزر نے کیپٹن عبدالرشید محمد کے تقرر کو ایک تاریخی واقعہ قرار دیا۔ اور کہا۔

"امریکی محکمہ دفاع نے مسلمان چیپلین کے تقرر کے سلسلہ میں خاصے عرصے تک کام کیا ہے۔ آج ایک اہم منصوبے کی تکمیل ہوئی ہے۔"

آخر میں معروف جریدے "المسلمون" کو انٹرویو دیتے ہوئے کیپٹن عبدالرشید محمد نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تقرر اس اعتبار سے اہم ہے کہ مجھے اپنے مذہب اسلام کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اور مسلمانوں کی دینی، مذہبی اور فکری سرپرستی کے فرائض سرانجام دینا ہے۔ اور مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کر رہا ہوں۔ جو تمام پیغامات الٰہیہ کا خلاصہ ہے۔ اور وہ کام دعوت الی اللہ ہے۔

کیپٹن عبدالرشید محمد نے مزید کہا کہ

"کہ ایک سرگرم ٹیم کا طریق کار میرے عقیدے کا جز ہے۔ پروگراموں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اجتماعی عمل اور باہمی تعاون بنیادی عنصر ہے۔ انہوں نے فوج سے منسلک غیر مسلموں کے درمیان لبنی خدمات کے سلسلے میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی تعلیمات کا تقاضہ ہے کہ میں دوسروں کی خدمت کروں۔ جب بھی انہیں میرے تعاون کی ضرورت ہو خواہ وہ غیر مسلم ہی ہوں۔ یہی میرے نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

واشنگٹن میں واقع معہد العلوم الاسلامیہ والعربیہ کے استاد ڈاکٹر بندر بن سویلم نے ان توقعات کا اظہار کیا کہ

"عبدالرشید محمد اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں اور بے بنیاد خیالات کی تردید میں کامیاب رہیں گے۔

استاذ پروفیسر ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس نے کہا کہ

"مجھے قوی امید ہے کہ عبدالرشید امریکی مسلح افواج کے درمیان اسلام کے تعارف، اور بہت سے لوگوں کے مشرف بااسلام ہونے کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

کیوں کہ وہ ایک بااصول، پابندِ شریعت، دینی تعلیمات پر پوری طرح کاربند مسلمان ہیں اور اسلام کی بلند قامت، دل آویز اور سچی تصویر ہیں۔

اس موقع پر امریکی بری فوج میں مسلم یونین میں کام کرنے والے نوجوان خوشی و مسرت سے سرشار نظر آ رہے تھے۔ امریکی فوج کے دو مسلم جوانوں، مصطفیٰ کاشف اور قاسم نے انتہائی خوشی اور انبساط کا مظاہرہ کیا۔ وہ بڑی خندہ پیشانی اور حسین و خوبصورت مسکراہٹوں کے ساتھ آنے والوں کا خیر مقدم کر رہے تھے۔

شرکاء نے امید ظاہر کی کہ یہ سلسلہ فوج سے منسلک مسلمانوں کے عقیدۂ توحید و رسالت کے تحفظ کے لئے مبارک آغاز ہے۔ اس سے امریکی مسلح افواج میں دعوت و تبلیغ کا کام دوسرے لوگوں تک پہنچانے میں بڑی مدد ملے گی۔

یہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کی واضح اور روشن دلیل ہی تو ہے کہ اسلام آج یورپ اور امریکہ کا ایک بڑا اور اہم مذہب بننے کی طرف گامزن ہے۔

آج یورپ کے باسی مادی ترقیوں کی معراج پر ہوتے ہوئے بھی خود کو تنہا اور کھوکھلا محسوس کر رہے ہیں۔

آج ان کو مادی وسائل کے باوجود سکون نہیں۔

ایک سروے کے مطابق امریکہ میں امریکن نومسلم دیگر غیر مسلم امریکن کے مقابلے میں زیادہ پرسکون زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسلام چونکہ اپنے آغاز سے ہی اصول و عمل میں ایک تبلیغی مذہب رہا ہے۔ اور دعوتِ مذہب کا خیال ایسا نہیں ہے جو بعد میں پیدا ہوا ہو۔ بلکہ اس بات کی ہدایت ابتداء ہی سے ہر مسلمان کو ہوئی ہے۔ اور یہی چیز اسلام کے پھیلاؤ کا باعث رہی ہے۔ یورپ، امریکہ اور دیگر مغربی دنیا میں اسلام کے پھیلاؤ اور ترویج میں اسی دعوت و تبلیغ کا عنصر شامل ہے۔

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف: محمد عمر فاروق : قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت — ۳۵ روپے

مولانا ابوریحان سیالکوٹی

تحقیق و تنقید

مظہری مغالطے

(قسط ۳)

کسی دوسرے مجتہد کی تقلید اس کے لیے جائز نہیں۔" لهذا یہاں تو حضرت معاویہؓ وغیرہ پر حضرت علی کے اجتہاد کی پیروی لازم ہونے نہ ہونے کا فیصلہ حضرت علیؓ کے ہی مذہب کی روشنی میں ہوگا نہ کہ کسی اور کے مذہب کی روشنی میں۔ اور ان کے مذہب کی روشنی میں حضرت معاویہؓ پر ان کی پیروی لازم نہیں ٹھہرتی۔

دوم اس لیے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے اس استنباط کے مطابق بھی زیادہ سے زیادہ اس مسئلہ میں دو مذہب ہوئے ایک حضرت علیؓ کا اور دوسرا حضرت عثمانؓ وغیرہ کا۔ حضرت معاویہؓ بھی چونکہ ایک جلیل القدر صحابیؓ مجتہد تھے اس لیے ان کو ان میں جیسے ایک تیسرے کے قول کے اضافہ کا حق تھا ایسے ہی انہی دو مذہبوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا بھی پورا حق تھا۔ سو انھوں نے اپنا یہ حق بروئے کار لاتے ہوئے حضرت علیؓ والا مذہب اختیار کر لیا۔

قاضی صاحب ہی فرمائیں کہ حضرت علیؓ والا مذہب اختیار کر کے حضرت معاویہؓ نے غلط کیا یا صحیح؟ اگر صحیح کیا تو پھر ان پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی کیسے لازم ہوئی؟ اور اگر غلط کیا تو یہ غلط تبھی ہو سکتا ہے جبکہ خود حضرت علیؓ والا مذہب ہی غلط ہو۔ لهذا حضرت معاویہؓ کو اس معاملہ میں غلط کہنے سے پہلے قاضی صاحب کو چاہیے کہ حضرت علیؓ کے مذہب کو غلط کہنے کی جرأت دکھائیں۔

اس لحاظ سے تو حضرت معاویہؓ کی طرف قاضی صاحب کا یہ الزام سرے سے متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے بقول اگر بالفرض حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی ہی پیروی لازم تھی تو کہا جا سکتا ہے کہ پھر انھوں نے اپنے...... موقف میں ان کے اجتہاد کی پیروی کی تھی کہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی پیروی لازم ہونے نہ ہونے میں انہی کے اجتہاد پر عمل کیا تھا حضرت علیؓ کے مذہب پر عمل کرنے کا ہی نتیجہ تھا۔ حضرت معاویہؓ خود مجتہد تھے، حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی کی کیا صورت ہونی چاہیے؟ یہ متعین کرنا انہی کا کام تھا اس معاملہ میں وہ قاضی صاحب کی ہدایات کے نہ محتاج تھے نہ پابند۔ پیروی کی جو صورت انھوں نے اختیار کی اس کو حضرت علیؓ کی پیروی ہی کہا جائے اگرچہ قاضی صاحب کتنے ہی پیچ و تاب کیوں نہ کھائیں۔

سوم ملا علی قاری رحمہ اللہ کا یہ استنباط قاضی صاحب کو اس لیے مفید نہیں کہ حضرت عثمانؓ وغیرہ کا مذہب بھی انھوں نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ ایک مجتہد اپنا اجتہاد چھوڑ کر دوسرے مجتہد کی پیروی کر سکتا ہے، یہ نہیں کہ دوسرے مجتہد کی پیروی کرنا لازم ہے۔ تو اس دوسرے مذہب کی رُو سے بھی حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی صرف جائز تھی لازم ہرگز نہ تھی، جبکہ قاضی صاحب کا یہ دعویٰ تو یہ ہے کہ "ازروئے نص قرآنی ان

پر حضرت علیؓ کی پیروی لازم تھی۔ کہاں صرف "جائز" اور کہاں ازروئے نص قرآنی لازم۔؟"

چہارم اس لیے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایت میں باب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کی ہو رہی ہے۔ قاضی صاحب کے بقول اگر قرآن کے موعود خلیفہ راشد کے اجتہاد کی پیروی دوسروں پر لازم قرار دی جائے تو پھر خود حضرت علیؓ پر بھی حضراتِ شیخین کی پیروی لازم تھی کیونکہ یہ دونوں حضرات بھی قرآن کے موعودِ خلیفہ راشد ہی تھے اور حضرت علیؓ سے بڑھ کر تھے۔ لیکن حضرت علیؓ نے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے پوچھنے پر سیرت شیخین کی پیروی کا اقرار کرنے کی بجائے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ لہذا جو الزام قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ کو دے رہے ہیں وہی الزام اس روایت کی رُو سے حضرت علیؓ پر بھی آرہا ہے، تو جو جواب قاضی صاحب یہاں دیتے ہیں وہی جواب وہاں بھی کیوں فرض نہیں کر لیتے؟ آخر دل میں کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

مغالطہ نمبر ۲۰

میں نے صحابہؓ کے ذکر بالخیر کی انواع و اقسام بیان کرتے ہوئے ضمناً ایک بات یہ لکھی تھی کہ عباسی دور میں حضرت معاویہؓ کے بارے میں میں غیر تورہے ایک طرف اپنے بھی چونکہ حدودِ تسنن سے تجاوز کیے چلے جا رہے تھے اس لیے اہلِ سُنّت نے ان کے صفینی اجتہادی موقف کے بارے میں مسلک اہلِ سُنّت کی آخری حد بیان کر دی تاکہ آخری بات جو اس سلسلے میں کہی جا سکتی ہے وہ خطا اجتہادی ہے اس سے آگے سُنی حد سے تجاوز ہے۔

قاضی صاحب اپنے تبصرہ کی چھٹی قسط میں میری اس بات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ابوریحان صاحب بھی بڑے بھولے بھالے ثابت ہوئے ہیں، اگر مسلک اہلِ سُنّت کی حد بندی اجتہادی خطاء کے قول سے ہی ہو سکتی تو کیا حد بندی بغیر بنانے اور بتانے کے ہو سکے گی۔ اگر حد بندی کا اعلان کرنا ہے تو پہلے بنانا پڑے گا پھر بتانا پڑے گا کہ بغیر دلیل کے کوئی خصم کے مقابلہ میں پیش کی جا سکتی ہے۔" (ماہنامہ حق چار یار" جولائی ۱۹۹۲ء صفحہ ۴۶)

قاضی صاحب نے یہاں جو یہ کہا ہے کہ حد بندی کا اعلان کرنا ہے تو پہلے بنانا پڑے گا کہ پھر بتانا پڑے گا۔" یہ خالص ان کی اپنی گھڑنت ہے کوئی سُنی ضابطہ یا اجتہادی و فقہی قاعدہ یا تفسیری و حدیثی اصول ہرگز نہیں ہے۔ دیکھیے قرآنِ کریم نے حالتِ اضطرار میں مردار اور خنزیر وغیرہ کھانے کی حد بندی کا اعلان غیر باغ ولاعاد سے کیا، اس کو کسی ایک خصم کے مقابلہ میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں پیش کیا لیکن اس سے پہلے کسی کو اتنی مقدار کا مردار خنزیر خور ہرگز ہرگز نہ بنایا اور نہ بتایا۔ فقہاء کرام نے مسائل کی تحقیق و تنقیح میں ان کی حلت و حرمت، فرض و واجب، سنت و استحباب، جواز و عدم جواز اور کراہت و عدم کراہت کی حد بندیوں کا اعلان کیا لیکن اس سے پہلے کسی کو ان حدوں کا بالفعل مرتکب نہ بنایا نہ بتایا۔ تو کیا قاضی صاحب کے نزدیک وہ سب فقہاء بھی ابوریحان کی طرح بھولے بھالے ہی تھے؟

اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت اس کا ملاحظہ ہو کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ حضرت حسینؓ کے کربلائی اجتہادی موقف کو صحیح سمجھتے ہوئے بھی اُن کے بارے میں آخری بات کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت امامؓ نے اس مسئلہ میں غلطی کی، لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی الخ
(مکتوب گرامی در اثبات شہادت امام حسینؓ و کردار یزید صفحہ ۹۲، ۸۵)

دیکھیے! حضرت حسینؓ کے اجتہادی موقف کے بارے میں مسلکِ اہل سُنّت کی رُو سے آخری بات جو کہی جا سکتی ہے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے خطاء اجتہادی سے اس کی حد بندی کا اعلان تو کر دیا ہے لیکن اس سے پہلے ان کو مخطی نہ بنایا ہے نہ بتایا ہے بلکہ اُلٹا ازروئے اصول و قواعد اس کا صحیح ہونا بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حتیٰ کہ خود قاضی صاحب نے ہی اسی مکتوبِ گرامی کے مقدمہ میں یہ تصریح کر دی ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے یہ بالفرض لکھا ہے حضرت حسینؓ سے اجتہادی خطا ہو سکتی ہے ورنہ وہ خود ان کے اجتہاد کو صحیح ہی سمجھتے ہیں۔ (مقدمہ مکتوبِ مذکورہ صفحہ ۳۴) حالانکہ قاضی صاحب کی اس گھڑنت کے مطابق حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو اس حد بندی کے اعلان سے پہلے حضرت حسینؓ کو مخطی بنانا پھر بتانا چاہیے تھا۔ لیکن قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ انھوں نے ایسا نہیں فرمایا۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کسی مجتہد کے اجتہادی موقف کے بارے میں کہی جاسکنے والی آخری بات کی حد بندی کا اعلان کرنے کے لیے پہلے اس کو کچھ بنانا پھر بتانا ہرگز ہرگز ضروری نہیں ہے یہ محض قاضی صاحب کی اپنی ایک گھڑنت ہے اور بس۔

جو کچھ یہاں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے حضرت حسینؓ کی جتہادی خطا سے متعلق فرمایا ہے بالکل وہی کچھ میں نے حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا سے متعلق کہا تھا لیکن مجھے تو اس پر مظہری دربار سے "بھولے بھالے" کا خطاب ملا تھا اب دیکھیے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے لیے قاضی صاحب کیا خطاب تجویز کرتے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۲۱، ۲۲: آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"میں نے بھی تو مسلک اہلِ سُنّت کی حد بندی کرتے ہوئے ہی یہ لکھا تھا کہ جنگِ صفین، اجتہادی خطا پر مبنی ہے، اس سے تجاوز خطرناک ہے--- ہمیں حضرت معاویہؓ کو فقیہ اور مجتہد قرار دیتے ہوئے خطاء اجتہادی سے زائد اور کوئی حکم لگانے کا حق نہیں پہونچتا۔" (ملخصاً بلفظہ صفحہ ۷۴)

یہاں قاضی صاحب نے اکٹھے دو مغالطے دیئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انھوں نے یہ تاثر دیا ہے کہ ہمارا اعتراض ان کی اس حد بندی پر ہے۔ ہم نے بقول ان کے سیکڑوں صفحات ان کی اس حد بندی کے در میں ہی سیاہ کیے ہیں اور دوسرا مغالطہ یہ کہ اُنھوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہؓ کے سلسلہ میں مسلک اہل سُنّت کی اس حد سے تجاوز نہیں کیا۔ حالانکہ قاضی صاحب کی یہ دونوں ہی باتیں بالکل غلط ہیں۔ نہ ہم نے ان کی اس حد

بندی پر اعتراض کیا اور نہ ہی وہ مسلک اہل سُنّت کی اس حد کے پابند ہی رہے ہیں ۔ ہمارا اعتراض ان کے اسی تجاوز عن الحد پر ہے جس کو وہ خطرناک کہہ رہے ہیں۔ اہل سُنّت کے ان اصولِ اربعہ کی مخالفت پر ہے جن سے ہم نے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے اس پر پہلے بھی ہم تنبیہ کر چکے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۲۳: آگے "ایک ریحانی چٹکلہ" کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ:

> "ابوریحان، خطأ اجتہادی کو مسلکِ اہلِ سنت کی آخری حد بھی کہتا ہے اور اس کو ناقص و ادھورا ذکر خیر بھی بتاتا ہے۔ اس کا تو مطلب یہی ہوا کہ تمام اہلِ سنت نے اجتماعی طور پر حضرت معاویہؓ کے لیے ناقص اور ادھورا ذکر خیر کو جائز قرار دیا ہے گویا کہ وہ من وجہ ان کی تنقیص شان کے مرتکب ہوئے ہیں (العیاذ باللہ) یہ ہیں حضرت معاویہؓ کے نادان حامی۔"
>
> (ملخصا بلفظہ صفحہ ۷۴)

میں نے اس سلسلے میں کیا لکھا ہے اور کیا نہیں لکھا؟ یہ تو قارئین میری کتاب میں ہی از صفحہ ۴۰۲ تا صفحہ ۴۱۱ ملاحظہ فرمائیں میں نے صرف وہی ایک گذارش نہ کی تھی جس کو لے کر قاضی صاحب نے ایک چٹکی میں ریحانی چٹکلہ مرتب کر ڈالا بلکہ اس کے علاوہ چار گذارشیں اور بھی تھیں جن میں سے پہلی گذراش تو بہت ہی اہم اور اصل الاصول تھی، قاضی صاحب ان سب کو ہضم کر گئے۔ یہاں ان کے اعادے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت، یہاں تو میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قاضی صاحب کو میری کس بات سے انکار ہے؟ حضرت معاویہؓ کے صفینی اجتہادی موقف کے سلسلے میں خطاء اجتہادی کو مسلک اہل سُنّت کی آخری حد کہنے سے یا اس کو ناقص و ادھورا ذکرِ خیر کہنے سے؟ اگر خطا اجتہادی کے آخری حد ہونے سے انکار ہے تو پھر وہی ذرا یہ بھی بتائیں کہ:

الف: پھر اس سلسلہ میں میں مسلک اہلِ سُنّت کی آخری حد اس کے سوا اور کیا ہے؟

ب: پھر انھوں نے اس سلسلہ میں اجتہادی خطا سے تجاوز کو خطرناک کیوں کہا؟ (خارجی فتنہ صفحہ ۴۲۸)

ج: پھر انھوں نے یہ کیوں لکھا کہ "ہمیں صحابہ کرامؓ اور حضرت معاویہؓ پر خطاء اجتہادی سے زائد کوئی حکم لگانے کا حق نہیں پہونچتا؟" (خارجی فتنہ صفحہ ۵۸۳/ج:۱)

د: پھر انھوں نے صحابہ کرامؓ کو معصیتہ، گناہ، سخت نافرمانی، قرآن و حدیث کی خلاف ورزی اور اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت وغیرہ وغیرہ کا مرتکب بنا کر پھر اس کی مراد خطااجتہادی سے کیوں بیان کی۔ جو الفاظ صحابہ کرامؓ کے اجتہادی مواقف کے لیے انھوں نے استعمال کیے تھے، ان کے نزدیک از روئے نص قرآنی جب ان کا اصل حکم یہی تھا اور اجتہادی مسلک اہلِ سنت کی آخری حد بھی نہ تھی تو پھر انھوں نے ان الفاظ کا اپنا اصلی معنی ہی مراد کیوں نہ لیا۔ ہر جگہ بات خطأ اجتہادی پر ہی لا کر کیوں ختم کی؟

ہ: اگر اجتہادیات میں "خطاء اجتہادی" مسلک اہلِ سنت کی آخری حد نہیں تو پھر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے

حضرت حسینؓ کے اجتہادی موقف کے بارے میں غایۃ ما فی الباب اور زیادہ سے زیادہ کہی جاسکنے والی بات کو خطاء اجتہادی پر ہی کیوں ختم کردیا؟

اور اگر قاضی صاحب کو انکار میری دوسری بات یعنی خطاً اجتہادی کے ناقص ذکرِ خیر ہونے سے ہے تو پھر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ:

الف: حضرت معاویہؓ کی خطاً اجتہادی کا ذکر اگر ان کا ناقص ذکر خیر نہیں تو حضرت مجدد رحمہ اللہ صاحب سرہندی نے اس کو زبان پر لانے کیوں منع کیا؟ (خارجی فتنہ صفحہ ۳۸۹/ج:۱)

ب: اگر یہ ناقص ذکر خیر نہیں تو شیخ اسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے بقول ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے "المجتہد یخطی و یصیب" کے مدلول کو صحیح جانتے ہوئے بھی کسی مجتہد کے بارے میں جھٹ پٹ مخطی کا لفظ استعمال کرنا، نازیبا اور خلاف احتیاط کیوں سمجھا؟ (ہدیہ سنیہ صفحہ ۴۰)

ج: اگر اس کا ذکر مجتہد کا ناقص ذکرِ خیر نہیں تو اس سے اس کا ایک اجر کم کیوں ہوجاتا ہے؟

د: اگر یہ ناقص ذکر خیر نہیں تو اس کو حضرت علیؓ کے حق میں برداشت کیوں نہیں کرتے، ان کے حق میں آپ اس کو ان پر تنقید قرار کیوں دیتے ہیں؟ (خارجی فتنہ صفحہ: ۵۶۱/ج ۱)

ہ: اگر یہ ناقص ذکرِ خیر نہیں تو پھر آپ چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کو ان کے خلافتی اجتہادوں میں احتمالِ خطا سے مستثنیٰ قرار دینے پر ایڑی چوٹی کا زور کیوں لگاتے ہیں؟ (ماہنامہ حق چار یار مئی ۱۹۹۲ء صفحہ ۲۶، و مارچ ۱۹۹۳ء صفحہ ۲۷)

پھر میں نے خطاء اجتہادی کے ذکر کو ایک طرف اگر ناقص ذکرِ خیر کہا ہے تو دوسری طرف اس کو مسلک اہلِ سُنّت کی آخری حد بھی بتایا ہے اہلِ سُنّت کا عین مسلک نہیں بتایا۔ اور کسی چیز کی آخری حد کا ناقص و خطرناک ہونا کوئی انہونی بات نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تغییر منکر کے آخری درجہ کو "وذالک اضعف الایمان"[۳] فرمایا۔ مشتبہات سے متعلق چراگاہ والی مثال میں کسی چراگاہ کے ارد گرد چرنے کو خطرناک قرار دیا ہے۔[۴] لزومِ جماعت کے سلسلہ میں بھیڑیے والی مثال میں ریوڑ کے کنارے کنارے رہنے والی بکری کو بھیڑیے کی دست بُرد سے غیر محفوظ بتلایا۔[۵] مگر قاضی صاحب نے اس سے بھی یہ بھیانک مطلب نکال لیا کہ تمام اہلِ سُنّت نے اجتماعی طور حضرت معاویہؓ کے لیے ناقص ذکر خیر کو جائز قرار دے دیا ہے۔ گویا وہ من وجہ ان کی تنقیصِ شان کے مرتکب ہوئے ہیں۔ پھر مجھ پر حضرت معاویہؓ کے نادان حامی ہونے کی پھبتی اڑادی۔ لیکن اس کے مقابلہ میں خود ان کا اپنا حال ملاحظہ ہو کہ انھوں نے ایک طرف صرف حضرت معاویہؓ کی خطا اجتہادی کو ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ حضرت علیؓ کے صوابِ اجتہادی کو بھی مسلکِ اہلِ سُنّت کی صرف آخری حد ہی نہیں بلکہ اہلِ سُنّت کا عین مسلک

۳- صحیح مسلم صفحہ ۵۱/ج:۱ ۴- صحاح ستہ: بخاری صفحہ: ۱۳/ج:۱، ترمذی صفحہ: ۱۷۹/ج ۱
۵- مشکوٰۃ صفحہ ۳۱-

بلکہ قوی ترین، مقبول ترین اور راجح ترین مسلک قرار دیا ہے اور دوسری طرف اس خطاً و صواب دونوں کے ذکر کو صحابہؓ سے بدظنی کا باعث بھی گردانا ہے۔ (۶) اب اگر میں بھی انہی کی زبان میں بات کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ:

"اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ تمام اہلِ سنت نے اجتماعی طور پر حضرت معاویہؓ کے لیے ہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ کے لیے بھی ان سے بدظن کرنے والے ذکر کو نہ صرف یہ کہ جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کو اپنا قوی ترین، مقبول ترین اور راجح ترین عقیدہ و مسلک تک بنا لیا ہے۔ گویا تمام اہلِ سُنّت من وجہ ہی نہیں بلکہ من کل الوجوہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ دونوں سے ہی بدظنی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (العیاذ باللہ) یہ ہیں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کے ہی نادان حامی بلکہ مسلکِ اہلِ سُنّت کے نادان ترجمان اور صحابہ کرامؓ کے نادان وکیل۔"

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

(خارجی فتنہ صفحہ ۲/۱۷ج:۱)

آگے مظہری تبصرہ کی ساتویں قسط شروع ہوتی ہے جو ماہنامہ "حق چار یار" کے شمارہ صفر ۱۴۱۳ھ مطابق اگست ۱۹۹۲ء میں صفحہ ۲۳ سے صفحہ ۳۴ تک شائع ہوئی ہے۔

مغالطہ نمبر ۲۴:

مجھ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ "اگر خطأ اجتہادی ناقص ذکرِ خیر ہے تو ابوریحان بتائے کہ پھر حضرت معاویہؓ کے بارے میں آخری حد کیا ہے جس سے پورا اور کامل ذکرِ خیر کیا جا سکے۔" (ملخصاً بلفظ صفحہ ۲۳)

اس سوال کا ایک جواب تو قاضی صاحب کے ہی مزاج کے مطابق یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کامل ذکرِ خیر کی آخری حد وہی ہے جو جملی و صفینی موقف میں حضرت علیؓ کے لیے، کربلائی موقف میں حضرت حسینؓ کے لیے اور واقعہ حرہ میں اہلِ مدینہ کے لیے آپ نے تجویز کی ہوئی ہے چلیے اس سے ذرا نیچے آ جائیے۔ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کاملِ ذکرِ خیر کی آخری حد وہ ہے جو ان کو باغی، طاغی، عاصی، آثم، جائر، علی الباطل اور لم یکن علی الرشد وغیرہ وغیرہ کہنے والوں کے لیے ان کے یہ کچھ کہنے میں آپ نے تجویز کر رکھی ہے۔ چلیے اس سے بھی ذرا نیچے آ جائیے، میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کامل ذکرِ خیر کی آخری حد وہ ہے جو آپ نے مسلکِ اہلِ سنت کی ترجمانی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وکالت میں اپنے لیے تجویز کر رکھی ہے۔ آپ سے بھی تو اس سلسلے میں ساری زندگی میں کبھی کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ تو کیا پھر آپ نے غلطی و خطأ والا اپنا ذکرِ خیر کبھی کسی سے برداشت کیا یا اپنا ایسا ذکرِ خیر کرنے والے کے پیچھے آپ ہمیشہ لٹھ لیے ہی پڑا کیے؟

(باقی آئندہ)

۶- خارجی فتنہ صفحہ: ۳/۷۹ج: ۱ و کشف خارجیت صفحہ: ۳۵۲

ماضی کے جھروکے سے | عبدالرشید ارشد

واردات و مشاہدات

ہر خاندان یا جماعت کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ برصغیر کی سیاسی جماعتوں میں مجلسِ احرار اسلام ایسے سرفروشوں کی جماعت تھی کہ جو ہر وقت جان ہتھیلی پر اور کفن، کندھے پر لیے پھرتے تھے۔ "احرار" نام کا پوری جماعت میں میں اثر تھا کہ حریت و جرأت چھوٹے سے چھوٹے رضاکار کی گھٹی میں پڑی تھی اور خوف نام کی چیز ان کی چرمی میں نہ تھی اور نہ ہے۔ یہ لوگ اس لکڑی کی طرح ہیں جو ٹوٹ تو سکتی ہے لیکن لچک نہیں کھا سکتی۔ اور یہ سب کچھ زعمائے احرار، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ اور دوسرے احرار رہنماؤں کی تربیت کا اثر تھا کہ اب بھی کہیں اگر کوئی پرانا احراری مل جائے تو اس کی باتیں اور حالات پر بغیر کسی خوف اور لومۃ لائم کے رواں دواں تبصرہ سن کر محسوس کرسکتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں جب ان کی یہ حالت ہے تو اس وقت جب جماعت باقاعدہ پنجاب میں انگریز کے خلاف اپنا کردار ادا کر رہی تھی اس وقت کیا ہوگی۔ اپنے وقت کے شیخ اور مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے مربی و سرپرست حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کی مجلس میں کسی شخص نے کسی احرار رہنما کے متعلق کچھ نامناسب الفاظ کہے تو حضرت رحمہ اللہ جوش میں آ گئے اور فرمایا کہ خبردار کوئی ان لوگوں کے متعلق میری مجلس میں اس طرح کی کبھی بات نہ کرے اور فرمایا کہ تم لوگوں میں کوئی ان سا جانباز بھی ہے۔

ہمارے ایک دوست ازراہ تفنن کہا کرتے تھے کہ کسی عام احرار مقرر کی تقریر سُنو تو اس کا انداز یہ ہوتا تھا کہ گرجدار آواز میں خطاب کرتے ہوئے کہتا کہ چرچل تو بھی سُن لے ہٹلر تو بھی سُن لے، مسولینی تو بھی سُن لے اور جاپان.......... تو بھی سُن لے گویا وہ ان لوگوں کو ایسا خطاب کرتے کہ وہ اُن کے برابر کے حریف اور مقابل ہیں---- یہ تو ایک لطیفہ تھا واقعہ یہ ہے کہ مجلسِ احرار اسلام جب شباب پر تھی تو ان کی تقریروں کی بازگشت برطانیہ کے ایوان پارلیمنٹ میں سُنی جاتی تھی مسجد شہید گنج کے واقعہ کے لگ بھگ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ نے دہلی دروازے کے باہر برطانوی ایمپائر (سلطنت) کے متعلق اتنی زوردار تقریر کی کہ پنجاب کی حکومت کے درودیوار ہل گئے سر فضل حسین کی سی آئی ڈی بہت مضبوط تھی اور اس کو پل پل کی خبر ملتی تھی سر فضل حسین نے کہا کہ مولوی حبیب الرحمان لدھیانویؒ نے یہ تقریر کی ہے اور اس سے پہلے احرار کے دفتر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا چند آنے کے بھنے چنے کھا کر احرار لیڈر جلسے میں گئے اور ایسی آتشبار تقریر کی اگر خدانخواستہ ان کو کچھ سرمایہ یا اقتدار فراہم ہو جائے تو نمعلوم کیا حال ہو۔

عام لوگوں میں یہ بھی مشہور ہے کہ سیّد اگر آگ میں چھلانگ لگا دے تو اس کو آگ نہیں جلاتی، لفظاً یا ظاہراً یہ ہر سیّد کے لیے صحیح ہو یا نہ ہو لیکن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ واقعتاً ساری عمر آگ میں گھرے رہے لیکن ان کے حوصلے میں کمی ہوئی نہ ہمت نے ساتھ چھوڑا۔ شاہ صاحبؒ جلال و جمال کا مجموعہ تھے ان کا جمال رضا کاروں کو ان کے گرد پروانوں کی طرح اکٹھا رکھتا تھا اور ان کا جلال دشمنوں کے لیے خصوصاً برطانوی استعمار اور اس کے گماشتوں کے لیے تیغ برّاں تھا جس کی کاٹ کا کوئی جواب نہ تھا۔ فرمایا کرتے کہ میری عمر جیل یا ریل میں گذر گئی کل ہی مجھ سے ایک شخص پوچھ رہا تھا کہ قلندر کسے کہتے ہیں اور ساتھ کہا کہ لوگ کہتے ہیں اس زمانہ کا قلندر اقبال تھا۔ میں نے کہا اقبال کو تو نہیں دیکھا لیکن شاہ صاحبؒ کو قریب سے دیکھا ہے سُنا ہے پڑھا ہے جانچا ہے آپ کو جس طرح اور جس سمت سے دیکھیں محسوس ہوتا تھا کہ قلندر ایسے ہوتے ہیں وہ قلندر کہ جس کے متعلق کسی نے کہا ہے:

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

علامہ اقبال مرحوم بھی آپ کی بے حد قدر کیا کرتے تھے، اور آپ اقبال کے مداح تھے لیکن یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ جو لوگ کبھی دو چار دفعہ اقبال کے پاس گئے انھوں نے خود بتواتر اور دوسروں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص اقبال کے بہت قریب تھا۔ تاریخ کو مسخ اور محرف کرنے کے باوجود سچائی کی روشنی تاریکی کی دبیز تہوں کو پھاڑتی ہوئی نمودار ہو جاتی ہے پسرِ اقبال جناب جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال نے تین جلدوں پر اقبال کی زندگی پر ایک کتاب بنام "زندہ رود" لکھی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس میں خاصے حقائق آگئے ہیں کہ جن کی روشنی میں بہت کچھ دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبال ۱۹۲۶ء کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی میں بطور اُمیدوار کھڑے ہوئے ان انتخابات کے متعلق جاوید اقبال صاحب لکھتے ہیں:

> "جلسوں کا سلسلہ اکتوبر ۱۹۲۶ء سے شروع ہوا ان جلسوں میں مولانا غلام مرشد اور ملک لال دین قیصر کے علاوہ جو معروف شخصیتیں تقریریں کیا کرتی یا نظمیں پڑھتی تھیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں مولانا محمد بخش مسلمؒ، حفیظ جالندھری، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ظفر علی خاںؒ، مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ۔ بڑے بڑے جلوس بھی نکلتے جن میں اقبالؒ شامل ہوتے۔" (زندہ رود جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ مولانا مظہر علی اظہرؒ کے ۱۹۲۶ء میں اقبال سے گہرے تعلقات تھے جبھی تو جاوید اقبال صاحب نے ان کا معروف شخصیتیں کہہ کر ذکر کیا ہے۔ اور پھر سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور علامہ اقبال دونوں شخصیتیں ایسی تھیں کہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق نہ ہو اور پھر جب اقبال خود بیٹھ کر بخاری کی تقریر سُنتا ہوگا تو اس کا کیا احساس ہوتا ہوگا

اس امر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے. بخاری کی عمر ان دنوں ۳۶، ۳۵ سال ہو گی اور اقبال کی ۵۰ سال۔

اب تھوڑا سا حال دوسری طرف کا بھی سُن لیجیے، کہ جو لوگ آج اقبال کے مجاور بننے کے دعویدار ہیں وہ اقبال کی زندگی میں اقبال پر کفر کے فتوے لگاتے رہے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۳۰۳ پر جاوید اقبال رقم طراز ہیں :

"ملک محمد دین کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے "زمیندار" نے ادارتی نوٹ لکھا کہ جن مسلمانوں نے ملک محمد دین کے حق میں اپنے ووٹ ڈالے ان میں دو ہزار تو ناخواندہ ارائیں تھے جو اقبال کی علمی قابلیت سے ناواقف محض تھے باقی چار پانچ سو پرچیاں غالباً ان حضرات نے ڈالیں جنھیں "بریلوی حنفیت" کا ہیضہ تھا اور جو ایک ضال مُضل مقامی اخبار اور حزب الاحناف کے اسلام فروشانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہو گئے۔"

اب علامہ اقبال کے متعلق پورا لٹریچر پڑھ جائیے آپ کو سوائے اس حوالے کے یا جہاں سے یہ لیا گیا ہے اس کے سوا کہیں سے یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ بخاری و اقبال کے کیا تعلقات تھے آغا شورش کاشمیری نے "چٹان" کے مختلف شماروں میں ضرور روشنی ڈالی ہے کہ بخاری و اقبال کی اکثر ملاقاتیں ہوتیں۔ بخاری، اقبال کے پاس جاتے تو بخاری "یا مرشد" کہہ کر اپنی آمد کا اعلان کرتے اقبال کہتے "آ بھئی پیرا بہت دناں بعد آیاں ایں۔"---- اس کے بعد اقبال حقہ ہٹا دیتے۔ سیدھے ہو کر بیٹھ کر کلی کرتے رکوع سنتے پھر بخاری سے اپنا کلام سنتے لیکن اس کے متعلق یہ کہہ دیا جائے گا کہ یہ تو احرار کے سالاروں میں سے تھے لیکن یہ بھول جائیں گے کہ "یوم اقبال" کو سج دھج سے منانے کی جو طرح آغا شورش کاشمیری نے ڈالی اور تا عمر جس آن بان شان اور کروفر کے ساتھ وہ مرکزی مجلسِ اقبال کے سیکرٹری جنرل رہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ بخاری کے ایک والہ و شیدا نے یومِ اقبال" کو ہر سال منانے کو انتہا تک پہنچا دیا اور یہ تقریب لاہور میں اتنی مقبول ہوئی کہ اس کے علاوہ کسی اور تقریب میں وہ رونق اور وافتگی نہیں ہوتی جو "یومِ اقبال" میں ہوتی ہے اور آغا صاحب نے آمریت کے ادوار میں بھی حریت کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے اس سٹیج سے کام لیا۔ مجھے یاد ہے کہ محمد ایوب خاں کے مارشل لاء کے اوئل میں "یومِ اقبال" جناح ہال میں منایا گیا۔ اس کے مقررین میں جسٹس کیانی اور چودھری محمد علی بھی تھے کیانی نے تو اپنے طنز و مزاح کے انداز میں مارشل لاء کی مخالفت کی کہ پہلے لوگ سبز باغ دکھاتے تھے آج کل کالا باغ دکھاتے ہیں لیکن چودھری محمد علی مرحوم نے بڑے جذبے اور جرأت سے گفتگو کی اس پر آغا شورش کاشمیری نے چودھری صاحب کو اپنے مخصوص انداز اور مترادف الفاظ میں جو خراجِ تحسین پیش کیا اور خود جس قلندری کا مظاہرہ کیا وہ آغا صاحب کی بے مثال جرأت اور شجاعت کی حیران کن مثال تھی کہ اس پر سرسری عدالت قائم کر کے کوڑے بھی لگائے جاسکتے تھے اور انجام تختہ دار بھی ہو سکتا تھا۔ اس پر سٹیج پر بیٹھے ہوئے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل بختیار صاحب بار بار پہلو بدلتے تھے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس جلسہ میں چیف جسٹس کیانی (غالباً) مہمان خصوصی یا صدر تھے ورنہ شاید دوران اجلاس

ہی گرفتاری عمل میں آجاتی تو یہ احراری کردار تھا جو آغا صاحب کو "احرار" سے ملا تھا۔ اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ شورش جیسے نڈر اور بے باک شخص کی جگہ "احرار" ہی میں ہو سکتی تھی۔

بات اقبال و بخاری کی ہو رہی تھی کہ ان کے تعلقات کا ثبوت ۱۹۲۶ء میں تو دستاویزی ہے اور اس سے پہلے یہ مراسم کب قائم ہوئے اس کا اقبالیات کے ماہرین ہی بتا سکتے تھے لیکن وہ اس معاملے میں مہر بلب رہتے ہیں کہ کسی طرح یہ پتہ نہ چل جائے کہ مجلسِ احرارِ اسلام کے برصغیر کے ان چوٹی کے لیڈروں سے کیسے تعلقات تھے جو بعد میں سیاسی حالات و نظریات کی بناء پر ایک دوسرے سے دُور ہو گئے اور قیامِ پاکستان کے بعد جدید محققین اور مورخین نے تو کمال ہی کر دیا کہ ایک لگے بندھے منصوبے کے تحت آزادی پسند جماعتوں کو عوام سے روپوش کرنے کا بطورِ خاص اہتمام کیا گیا لیکن قدرت کا اپنا انتظام ہے اللہ تعالیٰ نے مجلسِ احرارِ اسلام کے ایک شاعر جانباز سے "کاروانِ احرار" کی آٹھ جلدیں تحریر کروائیں کہ جس میں برصغیر کی گذشتہ تمام تحریکوں کا حال پڑھا جا سکتا ہے۔ اور اسی جانباز نے کتاب "تحریک مسجد شہید گنج" لکھ کر تحریک شہید گنج کا پورا ملبہ کھدوا دیا کہ وہ اس کے عینی گواہ تھے۔ اور ایسے ہی ایک مسماۃ، محترمہ روزینہ پروین صاحبہ سے "جمعیتہ علماء ہند کے خطبات مدون کروا کر حکومت کے ایک ادارے سے شائع کروا دیئے۔ اور اسی طرح جناب ایچ بی خاں صاحب نے "برصغیر پاک وہند میں علماء کا کردار" نامی کتاب لکھی جو "قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت" اسلام آباد نے شائع کی۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مجلسِ احرارِ اسلام کے متعلق ایک اقتباس قارئینِ کرام کے سامنے پیش کیا جائے:

مجلسِ احرارِ اسلام اور کشمیری مسلمان

"مجلسِ احرارِ اسلام ۱۹۲۹ء میں قائم ہوئی تھی جمعیت احرار کی تاسیس اور تشکیل میں، جن لوگوں نے حصہ لیا وہ زیادہ تر علماء تھے۔ الا یہ کہ بقول چودھری خلیق الزمان، چودھری افضل حق ایک سابق پولیس ملازم تھے۔ مگر بہت ہی دیانت دار اور بڑی سمجھ بوجھ کے حامل تھے، اور ثانیاً غازی عبدالرحمان بھی علماء میں سے نہ تھے۔ باقی تمام موسسین حضرات میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا عبدالقادر قصوریؒ، وغیرہ طبقۂ علماء میں سے تھے۔ [۱] ان کے علاوہ بعد میں جو لوگ اس جماعت میں شریک ہوئے یا اس جماعت سے متعلق تھے ان میں زیادہ تر علماء ہی تھے۔ مثلاً مولانا غلام غوث ہزارویؒ، اس جماعت کے شرکاء میں جو لوگ طبقۂ علماء میں سے نہ تھے، ان کا عمل و کردار بھی صالح اور متدین تھا۔" [۲]

"اسی جذبۂ مساوات واخوت نے، احرارِ اسلام کو کشمیری مسلمانوں کی حالتِ زار کی طرف متوجہ کیا، جو

۱- مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۵۴۶ پیامِ مشرق "۱۴- اگست ۱۹۵۴ء ص ۲۸ (اداریہ) Path Way to Paklsatn

۲- تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۳۹۶- ۳۹۷ "خطباتِ احرار" ص ۵۵- ۷۷ مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۵۴۷

کشمیر میں اکثریتی فرقہ ہونے کے باوجود خستہ حالی اور پریشانی میں عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ انھیں اس مصیبت سے نجات دلانے کے لیے اکتوبر ۱۹۳۱ء میں احرار اسلام نے ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف ایک تحریک شروع کی، اور کشمیر میں داخل ہو کر مسلمانانِ کشمیر کے حقوق بحال کرانے کے لیے سول نافرمانی کی، اور اپنے ہزاروں رضا کار جیل میں پہنچا دیئے،[1] مجلسِ احرارِ اسلام کے روحِ رواں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو بھی اس تحریک میں زیرِ دفعہ ۱۲۴ الف ایک سال کی قید و بند برداشت کرنی پڑی۔[2] حسبِ بیانِ سابق اس جماعت کا قیام ۱۹۲۹ء میں ہوا تھا۔ مگر اس میں شریک علماء و دیگر حضرات ملکی سیاست میں تحریکِ خلافت اور جمعیت علماء ہند کی تشکیل کے وقت ہی سے عملی حصّہ لے رہے تھے اور اس نے اپنی تشکیل کے بعد بھی اپنا سیاسی مسلک، جمعیت علماء ہند دہلی کی مطابقت میں ہی رکھا۔ نیز ملک کے سیاسی مفاد اور مسلمانانِ ہند کے سیاسی اور مذہبی حقوق کے پیش نظر کانگریس کے ساتھ بھی تعاون کیا۔ لہذا کانگریس کے متعصب اور مہاسبھائی ذہنیتوں کے حامل افراد پر تنقید بھی کرتے رہے، اور اپنے دین متین کی تبلیغ واشاعت کے لیے بھی شعبہ تبلیغ بھی قائم کیا۔ جماعت احرار اسلام نے بیک وقت مندرجہ ذیل اُمور انجام دیئے یعنی سیاست ملکی، خدمتِ خلق، رضاکاروں کی تنظیم، ردِ مرزائیت، مدحِ صحابہؓ اور مسجد شہید گنج کی بحالی وغیرہ وغیرہ، احرارِ اسلام نے مندرجہ بالا اُمور میں حتی المقدور کوشش کی نیز اپنی مالی او اقتصادی مشکلات کے باوجود جماعت کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے برابر کوشاں رہی۔"[3]

آپ نے مندرجہ بالا کتاب کا اقتباس پڑھا اس کے علاوہ بھی اس کتاب میں بہت کچھ ہے اور وہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے جبکہ شروع میں صفحہ نمبر ۵، ۶ پر یہ درج ہے:

علماء کے طبقے یا علماء کی اقسام:

عام طور پر علماء کی دو قسمیں ہیں یعنی علماء حق، اور علماء سوء۔ علماء حق کا سب سے پہلا اور اہم کام نہی عن المنکر" یعنی بھلائی پھیلانا اور بُرائی سے روکنا ہے مگر علماء سوء جائز وناجائز کا خیال کیے بغیر ابن الوقتی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں یوں تو احادیث کی کتابوں میں علماء حق کے متعلق بہت سے اقوال اور احادیث موجود ہیں جن میں سے ایک معروف حدیث یہ ہے کہ **العلماء ورثۃ الانبیاء** یعنی علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اس ضمن کی ایک دوسری حدیث یہ ہے **افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جابرٍ**۔ یعنی سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جابر ظالم سلطان (حکمران) کے سامنے بلا جھجک حق بات

۱- پیام مشرق ۱۴، اگست ۱۹۵۴ء، صفحہ ۲۸، مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۵۴۷

۲- "بیس بڑے مسلمان" صفحہ ۵۶۷ ۳- خطباتِ احرار صفحہ ۴۲

کہہ دی جائے۔"

اور پھر اس ۴۰۸ صفحات ۲۰×۳۰=۸ سائز کے صفحات میں اس کی تفصیل ہے اختصاراً قطب الدین ایبک سے لے کر التمش کا ذکر کرتے ہوئے عہدِ مغلیہ کے دور کو لیتے ہوئے ۱۹۴۰ء تک برصغیر میں علماء کے کردار کو بیان کیا گیا ہے۔

سچ کڑوا ہوتا ہے۔ بُرا لگتا ہے سچ کہنے والوں کو دار و رسن سے گزرنا پڑتا ہے اور انقلابِ زمانہ سے بعض دور ایسے بھی آتے ہیں کہ اس کو چھپایا جاتا ہے لیکن حق اور سچ چھپنے کے لیے نہیں آتا وہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اس کی روشنی سے تاریک راہوں میں تحریکیں اپنی مشعل کے لیے تیل حاصل کرتی ہیں۔ آج کل نہ چاہتے ہوئے بھی اخبارات میں سیّد احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، تحریک ریشمی رومال، ابوالکلام آزاد، سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، کا نام بار بار آتا ہے۔

اکبر اور جہانگیر کے مزار و قلعے سیر و تفریح گاہ بنے ہوئے ہیں لیکن مجدد الف ثانی کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

احرار اسی قبیلہ سے تھے جیسے جیسے زمانہ گزرے گا ان کی یاد زیادہ آئے گی، تذکرہ نکھر کر سامنے آئے گا۔ اور ردِ مرزائیت، تحفظ ختم نبوت میں تو اس کے کردار نے اس کو عالمِ اسلام کی اہم جماعتوں میں شامل کر دیا ہے۔ یہ ایک علیحدہ مستقل موضوع ہے جس کا تذکرہ ان شاء اللہ پھر کسی فرصت میں کیا جائے گا۔

★★★

بقیہ از صـ۳۰

ہمارا انجام بھی ویسا ہی ہو گا۔

انسان کا طرۂ امتیاز تو یہی ہے، کہ خود سوچ سمجھ سکتا ہے، غور و فکر کر کے اپنے نتائج حاصل کر سکتا ہے، اور سچ اور جھوٹ کا موازنہ کر کے حق کو باطل سے ممیز کر سکتا ہے! اب اس تحقیقی عمل کو آگے بڑھانا اور یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ کہ آپ کو شریعت بحال کرانی چاہیے۔ یا جمہوریت؟

اس تحریری کاوش کا مقصد آپ کی آزادیٔ فکر کو فکر آخرت کی طرف موڑ کر اللہ کی نازل کردہ ہدایات کو قبول کر کے ان پر عمل کرنے پر آمادہ کرنا ہے۔ کیونکہ اسکے علاوہ انسان کبھی بھی کسی اور طریقہ کو اپنا کر کامیابی اور خوش حالی حاصل نہیں کر سکتا۔

اللہ کا فرمان ہے۔

جن لوگوں نے اللہ کے حکم کو قبول کیا ان کی حالت بہت بہتر ہو گی۔ اور جنہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ اگر روئے زمین کے سب خزانے ان کے اختیار میں ہوں تو وہ سب کے سب اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور بدلے میں صرف کر ڈالیں (اپنی حالت بہتر نہیں کر سکتے)

ایسے لوگوں کا حساب بھی برا ہو گا۔ اور ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

(القرآن سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۸)

ضابط
حافظ محمد اکمل (متعلم مدرسہ معمورہ)

ایک نصیحت

مدرسہ معمورہ میں جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا خطاب

شریعت بنچ سپریم کورٹ کے جج جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۹۴ء کو مختصر دورے پر ملتان تشریف لائے تو اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے کچھ وقت مدرسہ معمورہ کے لئے بھی انہوں نے نکال لیا۔ مدرسہ کے اساتذہ وطلباء نے نمازِ مغرب انہی کی امامت میں ادا کی۔ ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ کے اصرار پر آپ نے اساتذہ وطلباء سے انتہائی مختصر خطاب فرمایا۔ جسے افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ آله واصحابه وازواجه اجمعین

حاضرینِ گرامی!

حضرت مولانا سید عطاء المؤمن صاحب نے حکم دیا کہ (طلباء کو کوئی نصیحت کروں۔ عربی میں نصیحت کے معنٰی ہیں خیر خواہی، اس کا ہر مسلمان اہل ہے۔ تعمیلِ حکم کی خاطر ایک کلمہ عرض کرتا ہوں اور نصیحت کی بات کسی لمبی چوڑی تقریر کی محتاج نہیں۔ ایک کلمہ بھی اگر خلوص کے ساتھ سنا جائے تو کارآمد ہوجاتا ہے۔ خدانہ کرے اگر اخلاص نہ ہو تو لمبی چوڑی تقریریں بھی بے فائدہ ہوتی ہیں۔ میرے مخدوم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ ایک مرتبہ دارالعلوم تشریف لائے، ہم نے ان سے درخواست کی کہ کوئی نصیحت فرمادیں۔ حضرت نے بلا مبالغہ ایک جملہ ارشاد فرمایا اور تشریف لے گئے۔ اور یہی بات ہوتی ہے بزرگوں کی کہ انکا ایک جملہ بھی کافی ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ

"طالب علمو! اپنی قدر پہچانو" سارا بیان یہی ایک جملہ ہے تفسیر کرنے بیٹھو تو گھنٹوں لگ جائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے آپکو اور ہمیں اپنے دین کے علم سے وابستہ کردیا۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا کوئی حدوشمار ممکن نہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو حاصل کرنے کے لئے جتنی پریشانیاں اٹھائی ہیں اسکا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ حضرت عمر ابنِ سلمہؓ غالباً مدینہ منورہ سے کہیں دور رہا کرتے تھے اور شوق تھا کہ قرآن کریم کا علم حاصل کریں۔ مگر کوئی بتانے اور سنانے والا نہیں فرماتے ہیں کہ روز مدینہ منورہ سے قافلے جس راستہ سے گزرتے تھے اسی سڑک پر جا کر کھڑا ہوجاتا تھا۔ جب قافلہ آتا تو ایک ایک سے پوچھتا کہ بھائی تمہیں قرآن کریم کی کوئی آیت یاد ہو تو مجھے سکھادو۔ اس طرح ایک ایک آیت قافلہ والوں سے پوچھتا صبح وشام یہی مشغلہ تھا۔ یہاں تک کہ میں اپنی بستی کے اندر سب سے زیادہ قرآن کریم کی آیات جاننے والا ہوگیا۔ جس کے سبب نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنی بستی کا امام مقرر فرمادیا جبکہ ہمیں تو دین کے راستہ میں ایک کانٹا بھی نہیں چبھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنٰی میں اس ایک کلمہ کو حرزِ جان بنانے اور اپنی قدر پہچاننے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

جال

دجل مرزائیت

طاہر رزاق

وہ چوبیس برس کا جوان رعنا تھا۔ نام محمد جمیل' جو اس کے حسن صورت کا عکاس تھا۔ وہ باغوں اور کالجوں کے شہر لاہور میں پلا بڑا تھا۔ اس نے بی اے تک تعلیم پائی تھی۔ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ اس کے والد ایک پرائیویٹ فرم میں ملازم تھے۔ لیکن طویل بیماری کی وجہ سے انہیں ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ گھر کا سارا بوجھ اس کے کندھوں پر آن پڑا۔ وہ شام کو لوگوں کے گھروں پہ جا کر ٹیوشن پڑھا کر بڑی مشکل سے گھر کی دال روٹی چلاتا۔ والد کی دوائیوں کے لیے اکثر اسے دوستوں سے ادھار اٹھانا پڑتا۔ جس کی واپسی اس کے مسائل میں زبردست اضافہ کرتی۔ اسے جوان ہوتی بہنوں کے ہاتھ پیلے کرنے کا بھی فکر تھا۔ وہ نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھرتا۔ پنجاب پبلک لائبریری جا کر اخباروں کے پلندوں میں سے ملازمت کے اشتہارات ڈھونڈتا۔ جس دن کوئی اشتہار مل جاتا' وہ فوراً درخواست دینے کے لیے متعلقہ دفتر میں پہنچ جاتا۔ وہ درخواستیں اور انٹرویوز دے دے کر تھک گیا لیکن اسے نوکری نہ ملی۔ کیونکہ اس کے پاس کسی ایم پی اے یا ایم این اے کی سفارش نہ تھی۔ وہ کسی وزیر یا مشیر کا رشتہ دار نہ تھا۔ اس کی جیب میں کسی راشی افسر کو رشوت دینے کے لیے خطیر رقم نہ تھی۔ ایک دن اس کے والد کے ایک انتہائی قریبی دوست نے اس سے کہا کہ بیٹا جمیل! آج تم میرے دفتر آنا' میں نے ایک دوست سے تمہاری نوکری کی بابت بات کر رکھی ہے۔ انشاء اللہ تمہاری نوکری کا بندوبست ہو جائے گا۔ وہ صبح خوشی خوشی اپنے والد کے دوست کے آفس پہنچا اور دوپہر دو بجے تک اپنے والد کے دوست کے پاس بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ لیکن مذکورہ شخص نہ آیا۔ وہ کئی دن تک ان کے آفس میں چکر لگاتا رہا لیکن سوائے ناکامی کے کچھ نہ ملا۔ ایک دن وہ انتہائی افسردگی کے عالم میں پژمردہ چہرے کے ساتھ' تھکا ہارا دفتر کی سیڑھیاں اتر کے گھر جا رہا تھا کہ سیڑھیوں میں اسے ایک بوڑھا شخص ملا جس کا انداز تکلم بڑا دھیما' میٹھا' چہرے پہ فرنچ کٹ داڑھی اور ہاتھ میں ایک مخصوص انگوٹھی تھی جو اس سے قبل اس نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس شخص نے بڑی محبت و چاہت سے اس سے ہاتھ ملایا اور خندہ پیشانی سے خیریت دریافت کی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا تعارف

کراتے ہوئے کہا کہ میں اسی دفتر میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوں۔ آپ کو کئی دفعہ پریشانی کے عالم میں دفتر میں آتے دیکھ کر میں نے آپ کے میزبان سے پوچھا تھا کہ برخوردار کو کیا مسئلہ درپیش ہے؟ تو آپ کے میزبان نے بتایا تھا کہ آپ ملازمت کے سلسلہ میں پریشان ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑی پھرتی سے پوچھا کہ کیا بنا آپ کی ملازمت کا؟ جمیل نے مایوس لہجہ میں نفی میں جواب دیا تو اس شخص نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا! فکر مت کرو۔ تم مجھے بالکل اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہو۔ میں تمہاری پریشانی کا سن کر خود پریشان ہو جاتا تھا۔ آج صبر کا یارا نہ رہا تو تمہیں راستہ میں روک کر حالات کی بابت پوچھ لیا۔ بوڑھا شخص نہایت شفقت سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسے آفس کی کنٹین میں لے گیا' بڑی پر تکلف چائے پلائی اور ساتھ ساتھ پیار بھرے لہجہ میں میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا۔ بوڑھے کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزارنے کے بعد جمیل اس سے یوں مانوس ہوگیا جیسے کئی برسوں سے گہری دوستی ہو۔

چائے سے فراغت کے بعد بوڑھے نے جمیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! تمہاری ملازمت کا کام تو پکا ہوگیا اور نوکری بھی معمولی نہیں بلکہ بہت اعلیٰ ہوگی اور چند ہی مہینوں میں تمہارے حالات یکسر بدل جائیں گے۔ بوڑھے کے یہ محبت بھرے الفاظ سن کر جمیل کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سر سے ٹنوں وزن اتار دیا اور اس کا بدن گلاب کے پھول کی طرح ہلکا پھلکا ہوگیا۔ وہ بڑے جذباتی انداز میں بوڑھے کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ بوڑھے نے کہا' بیٹا! شکریہ کی کیا ضرورت! دکھی لوگوں کے کام آنا میری زندگی کا نصب العین ہے۔ اس کے بعد بوڑھے نے اپنی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اس کی پشت پر ایک شخص کے نام رقعہ لکھ دیا۔ بوڑھے نے جمیل سے کہا کہ تم یہ کارڈ لے کر ربوہ چلے جاؤ۔ میرا یہ کارڈ فلاں شخص کو دینا وہ فوراً تمہاری ملازمت کا بندوبست کر دے گا۔ جمیل نے جب بوڑھے سے پوچھا کہ ربوہ کہاں ہے تو بوڑھے نے جواب دیا کہ ربوہ چنیوٹ شہر سے بذریعہ بس صرف پندرہ منٹ کا سفر ہے۔ جمیل نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کمال احتیاط سے کارڈ اپنی جیب میں ڈالا اور خوشی میں پھولا نہ سماتا ہوا گھر روانہ ہوگیا۔ اس نے گھر جاتے ہی یہ خوشخبری اپنے والدین اور بہنوں کو سنائی۔ سارے گھر میں خوشی کی ایک زبردست لہر دوڑ گئی اور جمیل کو ایڈوانس مبارک بادیں ملنے لگیں اور مٹھائی کا مطالبہ ہونے لگا۔ ہنستا مسکراتا جمیل اگلے دن ربوہ جانے کی تیاری میں مصروف

ہو گیا۔ اگلی صبح وہ نہا دھو کر تیار ہوا اور والدین سے اجازت لے کر گھر سے چل پڑا۔ ویگن سٹینڈ پر پہنچا، ٹکٹ خریدا اور ویگن میں بیٹھ گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو ویگن ایک صاف ستھری شاہراہ پر فراٹے بھرتی ہوئی ربوہ کی جانب رواں تھی۔ جوں جوں ربوہ قریب آ رہا تھا اسے اپنی منزل قریب آتی دکھائی دے رہی تھی۔ ساڑھے تین گھنٹے میں ویگن نے اسے ربوہ پہنچا دیا۔ جمیل ویگن سے اترا، رومال سے منہ ہاتھ صاف کیے، لباس کو درست کیا، جیب سے کنگھا نکال کر سنہری بالوں میں پھیرا اور قریب ہی کھڑی ویگن کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی اور مسکرا کر رہ گیا۔ ضروری سامان والا بیگ کندھے پر لٹکایا اور ایک قریبی دکاندار سے کارڈ میں درج پتے کی بابت پوچھا۔ باخلاق دکاندار نے بڑی تسلی سے اسے پتہ سمجھا دیا۔ جمیل بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا، جھٹ پتے پر پہنچ گیا۔ یہ ایک بہت بڑا دفتر تھا جس کے باہر قصرِ خلافت لکھا تھا جس میں لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ سب کی شکلیں عجیب و غریب اور آپس میں بڑی ملتی جلتی تھیں۔ جمیل انہیں دیکھ کر کچھ حیران سا ہوا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک شخص کو روک کر اس سے کارڈ میں درج نام والے شخص کے بارے میں پوچھا۔ وہ شخص اسے بڑی الفت سے ملا اور پھر اسے ساتھ لے جا کر ایک کمرہ کے باہر لکڑی کے بنچ پر بٹھا دیا اور دروازے کے باہر کھڑے چوکیدار سے کہا کہ یہ شخص آپ کا مہمان ہے۔ جمیل نے بوڑھے کا کارڈ چوکیدار کو دیا۔ چوکیدار کارڈ لے کر اندر گیا اور جلد لپک کر باہر آ گیا اور جمیل کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ جمیل خود کو سیٹ کرتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندر گھومنے والی کرسی پر بیٹھے شخص نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا اور بڑے احترام سے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جمیل شکریہ کہہ کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ جمیل نے بیٹھتے ہی ایک نظر گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔ تو کمرہ بیش قیمت فرنیچر، قالین اور پردوں سے آراستہ تھا۔ اب جمیل نے غور سے جو اس شخص کو دیکھا تو چونک اٹھا کہ اس شخص کی بھی بوڑھے کی طرح فرنچ کٹ داڑھی اور انگلی میں وہی مخصوص انگوٹھی تھی۔ لیکن اس نے خود پر زبردست قابو رکھتے ہوئے کسی احساس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ جمیل نے نظر اٹھا کر سامنے جو دیکھا تو اسے اس شخص کی پشت کی طرف دیوار پر ایک شخص کی شیشے کے فریم میں بہت بڑی تصویر نظر آئی۔ جمیل نے تصویر کی طرف جو بغور دیکھا تو اسے صاحب تصویر بڑا عجیب و غریب نظر آیا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی بڑی تھیں۔ ایک آنکھ تو تقریباً بند ہی تھی۔ داڑھی کے بال

الجھے ہوئے' سر پہ سکھوں والی پگڑی' موٹے موٹے ہونٹ' مونچھوں کے بال منہ میں پڑے ہوئے' لیکن جمیل نے اس کو بھنگ کا مارا ہوا ملنگ سمجھ کر نظرانداز کر دیا اور وہ پوری طرح کرسی پہ بیٹھے ہوئے شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ کرسی پہ بیٹھا ہوا شخص ہلکا ہلکا مسکراتا ہوا جمیل سے کہنے لگا۔

"آپ کی آمد کی اطلاع مجھے کل ہی مل گئی تھی اور میں آج آپ کا منتظر تھا۔ آپ کی ملازمت کا بندوبست ہو چکا ہے۔ ہم آپ کو اپنے خرچے پر جاپان بھیجیں گے۔ جہاں آپ کی تنخواہ پچیس ہزار پاکستانی روپے ہوگی"۔

"مجھے کب جانا ہوگا؟" جمیل نے پوچھا۔

"جب آپ کی مرضی"۔ کرسی پہ بیٹھے شخص نے جواب دیا۔

جمیل خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اسے اپنی زندگی کے راستے سے مسائل کے بھاری بھرکم پتھر ہٹتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ مستقبل میں ایک خوشگوار زندگی کی خوشبو سونگھ رہا تھا۔ وہ تصور کی دنیا میں اپنی بہنوں کی شادیاں کر رہا تھا۔ بیمار باپ کا علاج کسی بہترین ہسپتال میں کروا رہا تھا۔ بوڑھی والدہ کو حج بیت اللہ کروا رہا تھا۔ قرضوں کے طوق گلے سے اترتے ملاحظہ کر رہا تھا اور خود اپنی آئندہ زندگی کے حسین سپنے دیکھ رہا تھا۔

اس نے آنکھیں جھپکیں اور تصوراتی ماحول سے ماحول موجود میں واپس آیا اور اس نے کرسی پر بیٹھے شخص کا بڑے زور دار انداز میں شکریہ ادا کرتے ہوئے' دوبارہ ملنے اور جاپان روانگی کے پروگرام کے بارے میں پوچھا تو وہ شخص گویا ہوا۔

"مسٹر جمیل! ہم آپ کا اتنا بڑا کام کر رہے ہیں کہ اس کام کی بدولت آپ کی زندگی کے سارے کام ہو جائیں گے لیکن اس کام کے لیے ہماری بھی کچھ شرائط ہیں' جنہیں آپ کو پورا کرنا ہوگا"۔

"کون سی شرائط ہیں جناب؟" جمیل نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کو مجھے لکھ کر دینا ہوگا کہ آپ قادیانی ہیں"۔ کرسی پر بیٹھے شخص نے میز پر پنسل مارتے ہوئے کہا۔

"وہ کیوں؟"

"اسی بنیاد پر تو آپ باہر جائیں گے"۔

"وہ کیسے؟"

"آپ کو درخواست میں لکھنا ہوگا کہ میں ایک قادیانی ہوں۔ پاکستان میں ہماری جان' مال اور عزتیں محفوظ نہیں۔ یہاں کی حکومت اور مسلمانوں نے ہماری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ ہمارے مردوں کو قید کیا جا رہا ہے۔ ہمارے مکانوں اور عبادت گاہوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔ ہمارے اموال کو لوٹا جا رہا ہے۔ ملازمتوں کے دروازے ہم پر قطعاً" بند ہیں۔ لہٰذا مجھے انسانی حقوق کی بنیاد پر جاپان میں سیاسی پناہ دی جائے۔ دنیا کی انسانی حقوق کی کمیٹیوں سے ہمارے گہرے رابطے ہیں۔ ان کمیٹیوں کے تعاون سے ہم نے حکومت جاپان کو پاکستان میں قادیانیوں کے ساتھ ہونے والے اس ظالمانہ سلوک کے بارے میں قائل کر لیا ہے اور جس شخص کی تصدیق ہم کر دیں' اسے جاپان میں پناہ مل جاتی ہے۔ صرف جاپان ہی نہیں' بہت سے دیگر ممالک مثلاً مغربی جرمنی' ناروے' کینڈا وغیرہ کو بھی ہم نے پاکستان کے ان حالات کی وجہ سے اپنے آدمیوں کو سیاسی پناہ دینے پر قائل کر لیا ہے۔ اس وقت ان ممالک میں ہمارے بھیجے ہوئے ہزاروں آدمی اربوں ڈالر کما رہے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ بھی ایک قدم آگے بڑھائیے۔ خوشیوں سے بھری زندگی آپ کے لیے چشم براہ ہے۔ آپ صرف قادیانی ہونے کا اقرار کر لیں اور کمرے میں لگی ہوئی یہ تصویر ہمارے نبی جناب مرزا قادیانی صاحب کی ہے انہیں نبی تسلیم کر لیں' ہم آپ کی درخواست کی تصدیق کر دیں گے۔ جب آپ جاپان پہنچیں گے وہاں ایئر پورٹ پر ہمارا آدمی آپ کے استقبال کے لیے موجود ہوگا۔ وہ جاپانی انتظامیہ کو تصدیق کر دے گا کہ آپ واقعتہ" قادیانی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ شخص آپ کی رہائش اور ملازمت کا بندوبست بھی کر دے گا۔ اس سے بڑھ کر ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"پاکستان میں آپ نے قادیانیوں پر ہونے والی جن زیادتیوں کی نشاندہی کی ہے' یہ سب جھوٹ ہیں"۔

"آپ زیادہ گہرائی میں نہ جائیں۔ آپ اپنے روشن مستقبل کی جانب دیکھیں۔ جب آپ کے پاس نئی نویلی کار ہوگی' بہترین کوٹھی ہوگی' رنگین ٹی وی' وی سی آر' فریج اور دیگر جدید مشینوں سے آپ کا گھر آراستہ ہوگا' نوکر چاکر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں گے۔ آپ کے بچے اعلیٰ سکولوں میں تعلیم حاصل کریں گے اور آپ کا ایک بہت بڑا بنک بیلنس ہوگا۔ جلدی فیصلہ کیجئے' جاپان کی ہوائیں اور فضائیں آپ کا انتظار کر رہی ہیں"۔

جمیل اس تہہ در تہہ گھناؤنی سازش کو سمجھ چکا تھا۔ اس کے دل میں جذبات کا ایک سمندر موجزن ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی اُمڈ آئی تھی اور اس کے ماتھے پہ غصے سے جھریاں چڑھ آئی تھیں۔ وہ کرسی پر بیٹھے شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گرجدار آواز میں کہنے لگا۔

"میں اسلام فروش نہیں ہوں' میں عقیدہ فروش نہیں ہوں' میں ملت فروش نہیں ہوں' میں وطن فروش نہیں ہوں' میں اسلام سے دغا نہیں کر سکتا' میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے جفا نہیں کر سکتا۔ میں عقیدہ ختم نبوت سے بغاوت نہیں کر سکتا' میں وطن کی مٹی کو فروخت نہیں کر سکتا' میں حرص کے ہاتھوں سے پاکستان کا منہ کالا نہیں کر سکتا۔ میں تحریک پاکستان کے شہداء کی روحوں کو تڑپتا نہیں دیکھ سکتا۔ میں غریب ضرور ہوں لیکن باکردار ہوں' باوقار ہوں' میری حب النبیؐ زندہ ہے' میری حب الوطنی تابندہ ہے' میری حب الاسلام پائندہ ہے' میری غیرت نے ابھی کفن نہیں پہنا۔ میری حمیت ابھی لاش نہیں بنی۔ میری انا ابھی درگور نہیں ہوئی۔ میں تمہارے انگریزی نبی پہ لعنت بھیجتا ہوں۔ میں تمہارے جاپانی ویزے کو پائے حقارت سے ٹھکراتا ہوں۔۔۔ میں اس لمبی چوری تنخواہ پہ تھوکتا ہوں۔ تم اس ملک کے غدار ہو' تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ تمہارا مقابلہ کیا جائے گا۔ تمہاری اس سازش کو طشت ازبام کیا جائے گا۔ ریشمی دھاگوں سے بنے ہوئے تمہارے اس جال کو تار تار کیا جائے گا۔ تمہارا یہ جال کتنے لوگوں کے ایمانوں کا مقتل بنا؟ تمہارے اس جال کی رسیوں کے پھندے سے کتنے لوگوں کے ایمانوں کو پھانسی دی گئی؟ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب تمہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا"۔ جمیل بڑی گرجدار آواز میں بول رہا تھا اور اس کے سامنے قادیانی سردی میں ٹھٹھرے ہوئے سانپ کی طرح کرسی پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جمیل شدید غصہ میں کمرے سے اٹھا اور زور زور سے پاؤں مارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ سڑک پہ آ کر وہ ویگن میں سوار ہو کر عازم لاہور ہوا۔ جب وہ گھر پہنچا' تو سورج ڈوبنے میں چند منٹ باقی تھے۔ وہ دروازہ کھٹکھٹانے لگا تو اسے گھر سے زور دار قہقہوں کی آواز آئی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو جمیل نے دیکھا کہ اس کی ہمشیرہ کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ ہے اور وہ انتہائی خوشی میں مبارک باد کے ساتھ اپنے بھائی کو مٹھائی پیش کر رہی ہے۔ جمیل سخت پریشان ہو جاتا ہے۔

"کیسی مبارک باد؟ کیسی مٹھائی؟" جمیل نے پوچھا۔

(بقیہ ص ۷۶ پر)

مکتوب
عبد السبحان (سکول ٹیچر)

○ ___ ضلع جھنگ اور سرگودھا میں قادیانیوں کی اشتعال انگیز سرگرمیاں۔
○ ___ مسلمانوں کی مساجد پر قادیانی قبضہ کر رہے ہیں۔
○ ___ ڈش انٹینا کے ذریعے کفر وارتداد پھیلایا جارہا ہے۔
○ ___ انتظامیہ قادیانیوں کا ساتھ دے رہی ہے۔

علاقہ چک نمبر ۴۹۷ /ج۔ب ضلع جھنگ تقریباً پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اس میں قادیانیوں کے دس گھر ہیں. جن کا سر کردہ ماسٹر احمد علی P.A.F شور کوٹ کینٹ ہے. جو اپنی جماعت کی ایڈ سے ڈش اینٹینا کے ذریعے اپنے اکابر کی دعوت و تقریر سے علاقہ کے ان پڑھ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے. بہت سے ان پڑھ اور جاہل مسلمان معاشی مجبوری میں آ کر مرزائیوں کے گمراہ کن عقائد قبول کر کے عقیدۂ ختمِ نبوت کے منکر ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ قادیانی جماعت کے افراد کے ذریعے علاقے کی مساجد پر قبضہ کر رہے ہیں۔

میں علاقہ کے سکول میں ایک کمزور سرکاری ملازم ہوں۔ میں نے گمراہی کے اس کینسر کو ختم کرنے کا عزم کیا اور تحفظ ختمِ نبوت کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن قادیانیوں نے اسے رکوانے کی بھرپور کوشش کی مقامی A.C نے D.C کے آرڈر سے جو کہ B.B.C کی درج ذیل خبر سے ڈر چکا تھا کہ "پاکستان میں پنجاب کے ضلع جھنگ کی تحصیل شور کوٹ کے چک نمبر ۴۹۶ ج۔ب میں مذہبی بنیاد پر جلاؤ گھیراؤ اور کشیدگی کا زبردست خطرہ ہے" B.B.C کو اطلاع اسی ماسٹر احمد علی ٹیچر P.A.F شور کوٹ کینٹ نے اپنے سر کردہ لیڈروں کے ذریعے کانفرنس کو ناکام بنانے کے لئے کی" پولیس مجھے پکڑنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی ادھر قادیانی جماعت اور A.C اور D.C کی طرف سے دھمکی آمیز خطوط کے علاوہ راستہ روکنے کی کوشش بھی کی گئی اللہ تعالیٰ نے اس کام کی بدولت مجھے باقی رکھنا تھا آخر کار مجھے پولیس پکڑ کر ۶ اپریل ۹۴ء کو A.C کی عدالت میں لائی۔ علاقے کے وڈیرے حکومت کی مداخلت کی وجہ سے ڈر کے مارے کانفرنس نہ کرنے کا عندیہ دے چکے تھے لیکن میں اکیلا کیا کر سکتا تھا D.C ضلع جھنگ نے D.E.O ایجوکیشن سے مل کر میرا تبادلہ گھر سے ۹۰ میل دور کر دیا اور دس دن کے ریمانڈ پر جیل بھیجنے کا حکم صادر کر دیا۔ اللہ نے میری مدد کی اور میں دفتر ہذا سے جل دے کر نکل گیا۔ میں ہفتہ کی چھٹی لے کر پھر اس کانفرنس کے لئے سرگرم ہو گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ لیکن پھر اللہ کی نصرت شامل حال ہوئی اور ۹ اپریل ۹۴ء بروز ہفتہ کو ایک عظیم الشان تحفظ ختمِ نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں نے اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کیا اور اپنے مطالبات پر مشتمل درج ذیل قرار دادیں منظور کیں۔

۱۔ قادیانیوں کے ڈش اینٹینا اتروائے جائیں جنکے ذریعے لندن سے روزانہ مرزا طاہر کفر وارتداد کی دعوت دیتا ہے۔

۲- قادیانیوں کی طرف سے مسلمانوں کی عبادت گاہوں کا استعمال رکوایا جائے۔ جس میں وہ اپنے من گھڑت قرآنی ترجمے سے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

۳- مقامی ڈاکخانہ مسلمان پوسٹ ماسٹر کے حوالے کیا جائے۔ اور ڈاکخانہ کے ناجائز استعمال پر تادیبی کارروائی کی جائے۔

۴- ٹیپر احمد علی P.A.F۔ شور کوٹ کینٹ کا جسمانی ریمانڈ لے کر تفتیش کی جائے کہ وہ کئی دفعہ ہندوستان جا چکا ہے اور پاکستان کے خلاف جاسوسی کر رہا ہے اور علاقہ ھذا میں قادیانی پلاٹی کا سربراہ ہے۔

قادیانیوں کی ان ریشہ دوانیوں اور مبینہ سازشوں کا مختصر حال روزنامہ پاکستان کی ایک خبر میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ سرگودھا چک ۸۷ شمالی میں مسلمانوں کا ۷ مرلہ سکیم میں دینی مدرسہ بنانے پر علاقہ کے قادیانی نمبردار نے ربوہ کے قادیانی کمانڈوز جو کہ ۱۱۰ افراد پر مشتمل تھے کے ذریعہ مدرسہ کو گرادیا اور ڈھائی گھنٹے فائرنگ کی گئی جس پر ۲ آدمی زخمی ہوئے اب مدرسہ اور علاقے کو پولیس نے گھیرے میں لے رکھا ہے نمبردار رشید فرار ہو گیا ہے اور ۱۰ آدمی گرفتار ہو گئے ہیں۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس معاملے کو ایوان بالا قومی و صوبائی اسمبلی میں پیش کیا جائے۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اپنا مستقبل داؤ پر لگا کر اسلام اور ملک کے خلاف قادیانی سازشوں کو ناکام بنادوں گا۔ اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے دشمنوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کردوں گا۔

"آج صبح تمہارے جانے کے دو تین گھنٹے بعد اباجی کے وہی دوست آئے اور ان کے ہاتھوں میں تمہارا "اپوائنٹ منٹ لیٹر" تھا اور تمہیں سترہویں سکیل میں نوکری مل چکی ہے"۔ اس کی ہمشیرہ نے بتایا۔ یہ حیران کن خبر سن کر جمیل کی آنکھوں میں خوشی و تشکر کے آنسو آ گئے جو اس کی پلکوں پر موتی بن کر جھلملانے لگے اور اس کی زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہو گئی۔

والله خیر الرازقین   اللہ بہتر رزق دینے والا ہے

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحب طرز ادیب مفکر احرار چودھری افضل حق کی خودنوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت ۱۱۰/- روپے

رعایتی قیمت ۹۰/- روپے
ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہو گئی ہے!

میرا افسانہ ● ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح ● آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ

کمپیوٹر کتابت ● اعلیٰ طباعت ● خوبصورت جلد ● صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

ساغر اقبال ——————— طنز و مزاح

زبان میری ہے بات انکی

○ آئین کے آرٹیکل ۲۴۸ کے تحت صدر اور گورنر اپنے اعمال کے لئے کسی عدالت کے سامنے جواب دہ نہیں ہیں۔ (ایک خبر)

اور اللہ کی عدالت سے انہیں کون سا آرٹیکل بچا سکے گا؟

○ پنتالیس ہزار ایلیمنٹری انگلش ٹیچرز جولائی میں تعینات ہوں گے (ریاض فتیانہ)

ہم تم ہوں گے کالج ہوگا رقص میں سارا نالج ہوگا

○ فلمساز و ہدایت کار آغا حسینی انتقال کر گئے۔ (ایک خبر)

خس کم جہاں پاک!

○ زیادہ بچے پیدا کرنے والی جاپانی عورتوں کو سوڈالر فی بچہ انعام ملے گا (ایک خبر)

یہ خبر "جے سالکوں" کا منہ چڑانے کے لئے کافی ہے۔

○ اقتدار کا مالک امریکہ نہیں اللہ ہے (لیاقت بلوچ)

جمہوریت میں یا اسلام میں؟

○ سٹلائیٹ ڈش حرام ہے۔ (ایرانی فتویٰ آیت اللہ محمد علی عراقی)

یہ بات ایرانی النسل ماں کی بیٹی سے کہئے!

○ چور دروازے سے اقتدار حاصل کرنے کا دور ختم ہو گیا۔ (مخدوم الطاف)

کہ وہ صرف آپ کا حق تھا۔

○ مجھے مزدور کے غم میں نیند نہیں آتی۔ (نواز شریف)

ڈاکٹر چودھا گوف سے رجوع کیجئے!

○ پاکستان شیعہ سنی اتحاد سے ہی قائم رہ سکتا ہے۔ (افتخار نقوی)

اور اتحاد بزرگوں کو گالیاں نہ بکنے سے ہی قائم رہ سکتا ہے۔

○ سرحد کے پہلے ویمن پولیس سٹیشن کی انچارج رنگ رلیاں مناتے ہوئے پکڑی گئی (ایک خبر)

حکومت تو ویمن بینک اور ویمن عدلیہ بھی قائم کر رہی ہے۔

○ گندم کی قیمت میں اضافے پر ۷۰ فیصد آبادی کو فائدہ پہنچا (خالد کھرل)

جھوٹے پر اللہ کی لعنت!

○ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کی معاشی پالیسیاں ایک ہی ہیں۔ (شاہ محمود قریشی)

بس ذرا اب بدتمیزی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

○ آپ کی حالت یہ ہے کہ دس دس کوٹھیاں دس دس عورتیں رکھی ہوئی ہیں (کھر کا واپڈا آفیسران سے خطاب)

واپڈا آفیسران کو تہمینہ درانی کی کتاب "میڈا سائیں" پڑھنی چاہیئے۔

○ غریبوں کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔ پیپلز پارٹی کے وزراء باکس بے پر رات بھر مجرا سنتے ہیں (میاں عبدالستار)

یہی تو نیو سوشل کنٹریکٹ ہے!

⬭ (فیصل آباد) ۸۰ سالہ شخص نے ختنے کروائے (ایک خبر)

........اور کہا۔

جو وقت ختنہ میں چیخا تو نائی نے کہا ہنس کر
مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

⬭ گوہر ایوب نے صدر کے بارے میں غیر معیاری گفتگو کی۔ (خالد کھرل)

سچ تے بولے۔ چھانس کی بولے!

⬭ فوج نے جن ۲۷ افراد کو دہشت گرد قرار دیا۔ آج وزیر بنے بیٹھے ہیں۔ (چودھری نثار)

جام صادق آپ کے ماموں لگتے تھے؟

⬭ دو چھٹیاں۔ پاکستان میں کنٹرول آبادی کے لئے خطرہ! (جبیرک آوان)

پاکستانی عوام کے پاس اور سامانِ تفریح ہی کیا ہے؟

⬭ ڈاکوؤں نے سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر بشیر کا گھر لوٹ لیا۔ (ایک خبر)

انہیں خزانے کی تلاش میں کہاں تک جانا پڑا۔

⬭ بے نظیر پر جادو کیا گیا۔ کمرے سے کالے کیل نکلے۔ (نصرت بھٹو)

یہ کام بھی پچھلی حکومت نے کروایا ہوگا۔

⬭ کمزوریوں کو دور کر کے بھٹو کا مشن پورا کریں گے۔ (جہانگیر بدر)

انجام بھی اس جیسا ہوگا۔

⬭ تھانوں کا نام بدل کر "دارلامن" رکھ دیا گیا (ایک خبر)

ہم بدلنا چاہتے ہیں نظم مے خانہ تمام
آپ نے بدلا ہے لیکن صرف مے خانے کا نام

⬭ (مالاکنڈ) نیم فوجی دستوں نے اسلامی قوانین کا مطالبہ کرنے والوں پر گولی چلادی۔ ۱۲ ہلاک ۲۹ زخمی۔ (ایک خبر)

پاکستان میں اسلامی انقلاب کی داعی جماعتوں کے لئے الارم!

⬭ سٹیج کے پیچھے شراب چلتی ہے میں، باوضو ہو کر سٹیج پر جاتا ہوں۔ (سنئیر آرٹسٹ فری احمد)

آپ سٹیج پر نماز پڑھتے ہیں؟

⬭ اسمبلی میں عورتوں کی سیٹوں کے بل پر جمعیت علماء اسلام کا واک آوٹ۔ (ایک خبر)

عورت کی سربراہی قبول۔ عورتوں کی سیٹوں کے بل پر واک آوٹ۔ آدھا تیتر۔ آدھا بٹیر۔ اگا بکرا پچھا بھیڈ۔

⬭ محنت کشوں کے بچوں کو مزدوری نہیں کرنے دیں گے۔ (وٹو)

ان کے منہ سے روٹی چھین لیں گے۔

⬭ مسز بھٹو نے مسز ونی منڈیلا کا محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ سے تقابل کیا "دی ٹائمز" (لندن) ۱۲/۵/۹۴

اس قبیلے کا ہر پیرو جواں گستاخ ہے۔

⬭ ریاض بسرا کو خود حکومت نے فرار کرایا۔ (ساجد نقوی)

اللہ کرے آپ کی بات درست ہو!

مسافرینِ آخرت

حضرت مولانا سید فضل الرحمٰن احرار:

حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ کے قدیم رفیق اور مجاہدِ ختمِ نبوت حضرت مولانا سید فضل الرحمٰن احرار ۲ مئی کو فیصل آباد میں رحلت فرما گئے۔ آپ گزشتہ پچاس برس سے فکرِ احرار سے وابستہ تھے، عالم با عمل، مجاہد اور نہایت جری اللسان تھے۔ سلانوالی ضلع سرگودھا میں مقیم تھے۔ گزشتہ چند ماہ سے فیصل آباد میں بغرض علاج اپنے فرزندِ نسبتی کے ہاں مقیم تھے اور وہیں انتقال فرمایا جامعہ امدادیہ میں ہزاروں افراد نے ان کی نماز جنازہ اداء کی اور پھر انہیں سلانوالی میں "مرکزِ آلِ محمد" میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ سلانوالی میں بھی ان کی نماز جنازہ اداء کی گئی جس میں ہزاروں افراد شریک ہوئے آپ کے فرزندان مولانا محمد اسد اللہ طارق، سید خالد مسعود گیلانی اور دیگر بھائی دین کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں اور یقیناً ان کی یہ خدمت صدقۂ جاریہ اور مولانا مرحوم کے لئے توشۂ آخرت ہے۔ انشاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں مولانا کی شخصیت و کردار پر تفصیلی مضمون ہدیۂ قارئین کیا جائے گا۔

فی الجملہ وہ دین کے تمام دشمنوں کے لئے تیغ براں تھے تمام عمر غیرت اور جرأت سے جیئے اور غیرت مندوں کی جماعت میں شامل رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے دین کے لئے ان کی محنت کو قبول فرما کر حسن معاملہ فرمائے آمین۔ اراکین ادارہ مولانا مرحوم کے پسماندگان سے تعزیت مسنونہ کرتے ہیں اور ان کے غم میں اپنے آپ کو شریک تصور کرتے ہیں۔

حضرت سید عبد المالک شاہ صاحب ہمدانی:

حضرت مولانا سید منظور الحسن ہمدانی شہید کے بھائی اور سید وقار الحسن ہمدانی کے تایا حضرت سید عبد المالک شاہ صاحب ہمدانی ۲۰ مئی کو خیر پور ٹامیوالی میں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ آپ فالج کے عارضہ میں مبتلیٰ تھے۔ وہ ساداتِ ہمدانی خیر پور کی ممتاز شخصیت تھے۔ اور خاندان کے سرپرست تھے۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں اور سب سے بڑے فرزند سید عبد القیوم ہمدانی ہیں۔ وہ ایک راسخ العقیدہ عالم با عمل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کے فرزندان اور خاندان کے تمام پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ (آمین)

محترم محمد داؤد صاحب:

○ مولانا محمد اکرم رحمہ اللہ (ہلال انجینئرنگ لاہور) کے بڑے بھائی جناب بابو محمد اسلم صاحب مرحوم کے فرزند بھائی محمد داؤد صاحب ۳۱ مئی کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ محمد ادریس صاحب، محمد عباس صاحب ان کے چچازاد ہیں۔ بھائی محمد داؤد صاحب ہمارے دیرینہ کرم فرما تھے ان کے والد مرحوم حضرت امیرِ شریعت سے بیعت تھے اور پورا خاندان اسی نسبت سے ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور سیئات معاف فرمائے۔ لواحقین کو صبر عطاء فرمائے۔ (آمین)

○ مجلسِ احرار اسلام شہباز پور ضلع رحیم یار خان کے معاون حاجی محمد شفیع صاحب چند ماہ قبل رحلت فرما گئے۔ وہ

حافظ محمد لطیف کے والد اور حافظ نثار صاحب کے تایا تھے۔

○ مجلس احرار اسلام لاہور کے مخلص کارکن جناب رانا محمد فاروق صاحب کی ہمشیرہ محترمہ گزشتہ ماہ گوجرانوالہ میں رحلت فرما گئیں۔

○ مجلس احرار اسلام لاہور کے سابق کارکن جناب محمد اشرف صاحب گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

○ مجلس احرار اسلام فیصل آباد کے معاون جناب صوفی غلام رسول نیازی صاحب کی ہمشیرہ گزشتہ ماہ وفات پا گئیں۔

○ ہمارے دیرینہ مہربان قاری عبدالغفور مدنی صاحب (ضلع مظفر گڑھ) کے والد محترم حاجی الٰہی بخش صاحب بھٹہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

○ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے قدیم معاون جناب غازی محمد حسین صاحب (محلہ مبارک پورہ سیالکوٹ) ۷ اپریل کو رحلت فرما گئے۔ وہ تقسیمِ ہند سے قبل احرار رضاکار فورس مبارک پورہ کے کپتان تھے۔ ڈھلائی کا کام کرتے تھے اور دن بھر کی مزدوری سے فراغت کے بعد بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے اور یہ خدمت محض اللہ کی رضا کے لئے فی سبیل اللہ انجام دیتے۔

○ ملتان سے ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم حکیم حسن نواز خان ۴ مئی کو انتقال فرما گئے۔ وہ بہت ہی مخلص، دوست نواز اور انتہائی ہمدرد انسان تھے۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری اور سید عطاء المؤمن بخاری کے دوست تھے اور یہ رشتۂ محبت مرتے دم تک قائم رکھا۔

○ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کریں اور ایصالِ ثواب کا خاص اہتمام فرمائیں۔

اراکینِ ادارہ اپنے تمام غمزدہ محبین و مخلصین سے تعزیت مسنونہ کرتے ہیں اور دعاء مغفرت کرتے ہیں۔

دعاء صحت:

ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم حافظ عبدالحلیم صاحب (امام مسجد بیری والی اندرون حرم گیٹ ملتان) کافی عرصہ سے علیل ہیں ان دنوں عارضہ میں شدت آ گئی ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعاء فرمائیں۔

لاہور سے ہمارے مہربان محترم ملک محمد طاہر صاحب کے برادر نسبتی دل کے عارضہ میں مبتلیٰ ہیں۔ احباب سے ان کی صحت کی بحالی کے لئے دعاء کی درخواست ہے۔

سیاسی وڈیرے --- سرکاری لٹیرے

جو بھی الٹا کام ہوا ہے، تیرے سر ہے سہرا
جس سے پوچھیں کون برا ہے؟ نام پکارے تیرا
لازم ہے یاں ٹیکس بھی دینا ہر مفلس ہر محنت کش کو
اپنا رکھیں پیٹ بھی خالی، دوزخ بھر دیں تیرا
گھر تیرے فانوس ہیں روشن، باہر گھپ اندھیرا
رات گٹر میں کسی گلی کے گر گیا دوڑ تیرا
کبھی جو قابو آیا اپنے، کوئی چور لٹیرا
ہت تیرے کی، وہ تو نکلا خاص چہیتا تیرا
بن گیا قوم کا رہبر ہی جب تو سرباز لٹیرا
پاکستان کا مطلب ہے اب "دیئے تلے اندھیرا"

(عبدالقادر سالار)

رنگِ سخن

چھوٹی سی بات تھی مگر افسانہ بن گیا
دل اس حریم ناز کا مستانہ بن گیا
جب سے بیوٹی پارلر کھولا ہے دوستو
گھر کیا مرا ہے، اب تو پری خانہ بن گیا
ہمسائیگی کا سینما کی یہ ہوا اثر
گھر تو خدا کا تھا مگر ویرانہ بن گیا
لایا تھا جس کو ساتھ میں انصاف کے لئے
وہ بھی شہیدِ محفلِ جانانہ بن گیا
سینہ و سر برہنہ تو میک اپ ہو تہہ بہ تہہ
فیشن کا اب تو اک یہی پیمانہ بن گیا
اب لڑکیوں کے ساتھ یہ پڑھنے کا ہے اثر
بننا گریجوایٹ تھا، دیوانہ بن گیا
اس ویڈیو کے دور کی اب شمع دیکھ کر
ہر طفل شیر خوار بھی پروانہ بن گیا
ہم باپ بھی بنے نہیں تائب ابھی مگر!
پڑھتا تھا میرے ساتھ جو، وہ نانا بن گیا

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

غزل

رکھ زباں بند اور کان کھلے
تجھ پہ تیری ہی داستان کھلے

منزلیں بھی ہیں راستے ان کو
جن کے سر پر ہیں آسمان کھلے

نہ کھو داستانِ محرومی!
شکر نعمت میں گر زبان کھلے

راستوں پر ہرے درختوں کے
دھوپ چمکی تو سائبان کھلے

تیرا ملنا، ترا نہیں ملنا!!
آشنائی کے ہیں نشان کھلے

راز کچھ ہجر میں ہوئے مکشوف
کچھ حضوری کے درمیان کھلے

حوصلے بھی فراخ دے یارب
جن کو دیتا ہے تو مکان کھلے

کشتیوں کو ڈبو بھی دیتے ہیں
بعض اوقات بادبان کھلے

بند ہیں کالجوں کے دروازے
اور پھرتے ہیں نوجوان کھلے

ساتھ کچھ دن رہیں گے عابد کے
ہم پہ بھی اس کا گیان دھیان کھلے

عابد صدیق

مدّوجزر

میری نگاہیں جو مضطرب ہیں دل و جگر پر عتاب ہوگا
یہ عارضی اضطراب آخر کو مستقل اضطراب ہو گا!
کوئی منجم سے پوچھ آئے فلک سے کیوں ٹوٹتے ہیں تارے
مجھے تو محسوس ہو رہا ہے کہ اِک نیا انقلاب ہوگا
اُٹھو! دھندلکوں سے جگمگاتی فضائیں پھر جلوہ تابِ ہوں گی
شفق کی سرخی یہ کہہ رہی ہے کہ اب طلوعِ آفتاب ہوگا
یہ گردشِ وقت کہہ رہی ہے کہ وقت کے منتظر رہو تم
کسی کی پیری چمک اُٹھے گی کسی کا رسوا شباب ہوگا
جو سُن سکو! ہوش دل سے سُن لو! کہ خونِ ماضی پکارتا ہے
زمیں سے پھوٹے گی آگ ایسی کہ آسماں آب آب ہوگا
یہاں لٹی تھی کسی کی عصمت یہاں گرا تھا لہو کسی کا
وہاں جلائے گئے تھے انساں ہر اِک کسی کا حساب ہوگا
تمہاری عقل و خرد تمہاری ہی ذلتوں کا سبب بنے گی
میرا جنوں پھر میرا جنوں ہے، میرا جنوں کامیاب ہوگا
تمہاری رحمت سے بڑھ کے میرے گناہ میرے قریب تر ہیں
میرے گناہوں کو زندگی دے کہ یہ بھی کارِ ثواب ہوگا
ابھی تو تم قادیاں کے فتنے غلام احمد کو رو رہے ہو
سُنو گے جانباز چند دنوں تک اک اور "اہلِ کتاب" ہوگا

جانباز مرزا مرحوم

روزنامہ آزاد، لاہور، "احتجاج نمبر، ۵- جون ۱۹۵۱ء

جامِ شیریں
خالص اجزاء - بہتر شربت
ملک کا واحد شربت جس کی تیاری میں پانی کا ایک قطرہ بھی شامل نہیں۔
عام شربت میں پانی اور مصنوعی اجزاء استعمال ہوتے ہیں جبکہ کے جامِ شیریں
میں خالص اجزاء کے عرقیات استعمال کیے جاتے ہیں۔
خالص اجزاء کے عرقیات کے استعمال کی وجہ سے اس کا ذائقہ منفرد ہے۔ پینے سے طبیعت
بھی بھاری نہیں ہوتی اور دوسرے شربتوں کے مقابلے میں یہ پیاس بڑھاتا نہیں بلکہ پیاس
بجھاتا ہے۔ جامِ شیریں گرمیوں میں لُو سے بچاتا ہے تسکین بخشتا ہے اور مفرحِ قلب ہے۔
جامِ شیریں کی ایک بوتل سے بغیر چینی ملائے ۴۰ گلاس شربت بنایا جا سکتا ہے۔
کا جامِ شیریں خالص اجزاء — بہتر شربت
شربت
جامِ شیریں
تحقیق کی روایت - معیار کی ضمانت

MONTHLY PH : 511961

NAQEEB - E - KHATM - E - NUBUWWAT

Regd No. L - 8755 MULTAN

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختمِ نبوت

دار بنی ہاشم ـــ مہربان کالونی ـــ ملتان

زیرِ اہتمام: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

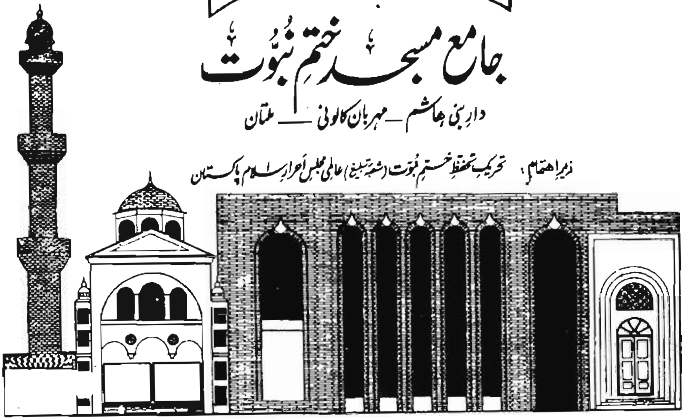

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔

اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

مؤمنینِ اہلِ سنت کو اسلامی سالِ نو مبارک ۱۴۱۵ھ

مؤمنینِ اہلِ سنت بھی مجلس میں شریک ہوں
بیادِ شہیدِ غیرت، قتیلِ سازشِ ابنِ سبا، مظلومِ کربلا
سیدنا حسین ابنِ علی سلام اللہ و رضوانہ علیہ

بیسویں سالانہ **مجلسِ ذکرِ حسین** رض

خطاب
آلِ نبی اولادِ علی، ابنِ امیرِ شریعت، خطیبِ بنی ہاشم

سید عطاء المحسن بخاری

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ ۱۱ بجے دوپہر تا نمازِ عصر
دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

علماء اور دانشور بارگاہِ حسینی میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کرتے ہوئے تاریخ و سیرت کی روشنی میں تذکار و افکارِ حسین اور حقیقتِ حادثۂ کربلا بیان کریں گے۔

مؤمنینِ اہلِ سنت کے لئے دعوت و ضیافت کا اہتمام ہوگا۔

مجلسِ محبانِ آل و اصحابِ رسول ملتان